عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوت

INTERNATIONAL URDU WEEKLY **KHATM-E-NUBUWWAT** KARACHI PAKISTAN

جلد: ۴۴ | ۲تا۱۶رشوال المکرّم ۱۴۴۶ھ مطابق یکم تا۱۵راپریل ۲۰۲۵ء | شمارہ: ۱۴،۱۳

نصائح حضرت امیر مرکزیہ
دامت برکاتہم

رمضان کے بعد!

۳۲واں سالانہ
تحفظ ختم نبوت کورس چناب نگر

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.org
www.amtkn.com
Email: editorkn@yahoo.com

کھانے سے پہلے ہاتھ دھوکر خشک کرنا

س:……کیا کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھوکر کسی کپڑے یا تولیہ وغیرہ سے صاف اور خشک کرنے چاہئیں یا نہیں؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ کپڑے سے صاف نہ کریں، کیونکہ جتنے پانی کے قطرے گریں گے اتنے گناہ معاف ہوں گے۔ کیا یہ بات درست ہے؟

ج:……کھانا کھانے سے پہلے اور بعد میں دونوں مواقع پر ہاتھ دھونا سنت ہے، کھانے سے پہلے ہاتھ دھوکر خشک نہیں کرنے چاہئیں تاکہ کھانا کھانے کے وقت تک دھونے کا اثر باقی ہے، ہاں! کھانے کے بعد دھوکر ہاتھ خشک کرلیں تاکہ کھانے کی خوشبو ہاتھوں سے زائل ہوجائے۔

باقی گناہ معاف ہونے والی فضیلت وضو کے پانی سے متعلق ہے کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کے متعلق نہیں۔

والسنۃ غسل الایدی قبل الطعام وبعد…. الخ

ولایمسح یدہ قبل الطعام بالمندیل لیکون اثر الغسل باقیا وقت الاکل ویمسحہ بعدہ لیزول اثر الطعام بالکلیۃ۔

(عالمگیری، ج:۵،ص:۳۳۷)

بھکاریوں سے کیا رویہ اختیار کیا جائے

س:….آج کل جگہ جگہ بھکاری بھیک مانگتے ہوئے ملتے ہیں، بعض تو ان میں اچھے خاصے تندرست بھی نظر آتے ہیں، ان کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہئے؟ کیا انہیں دھتکار دیا جائے یا یوں کہنا چاہئے کہ معاف کرو یا پہلے ان کے بارے میں معلومات حاصل کرکے پھر کچھ دینا چاہئے؟ اور معلومات حاصل کرنا ویسے بھی مشکل کام ہے۔

ج:….جس شخص کے پاس بنیادی ضروری اشیاء موجود ہوں یا وہ خود کمانے کی صلاحیت رکھتا ہو تو ایسے شخص کے لئے بھیک مانگنا جائز نہیں ہے اور دینے والا اگر اس کی حالت سے واقف ہو تو اس کے لئے ایسے آدمی کو بھیک دینا بھی جائز نہیں اور اگر اس کی حالت سے واقف نہ ہو اور بظاہر وہ پیشہ ور بھی معلوم نہ ہوتا ہو تو اس صورت میں اس کی اتنی مدد کردینا کہ جس سے اس کے ایک دن کی ضرورت پوری ہوجائے اس کی گنجائش ہے۔

اس کے علاوہ جو پیشہ ور بھکاری ہیں، جن کی ظاہری حالت سے ہی معلوم ہوتا ہو ان کو نہیں دینا چاہئے۔ لیکن ان کو بھی نرمی سے منع کردیا جائے، ان کو دھتکارنا یا گالی گلوچ کرنا یا غصہ کرنا درست نہیں۔ کیونکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

”واما السائل فلاتنھر“ (اور سوال کرنے والے کو مت جھڑکو)

اور جس کی ظاہری حالت واقعی کمزور معلوم ہوتی ہو، اس کو کچھ نہ کچھ دے دینا چاہئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

مجلس ادارت

صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، مولانا سائیں عبدالمجیب قریشی،
مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

جلد: ۴۴ ۲ تا ۱۶ ر شوال المکرم ۱۴۴۶ھ مطابق یکم تا ۱۵ ر اپریل ۲۰۲۵ء شمارہ: ۱۳، ۱۴

سرپرست

حضرت مولانا حافظ محمد ناصر الدین خاکوانی مدظلہ
مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا اللہ وسایا

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفی

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن مینجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

سالانہ ختم نبوت کورس، چناب نگر	۵	حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ
رمضان کے بعد!	۹	حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی ؒ
تعلیم وتربیت کی اہمیت	۱۳	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
امام الہدیٰ حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ (۳)	۱۶	حضرت مولانا سیّد جاوید حسین شاہؒ
نصائح حضرت امیر مرکزیہ مدظلہ	۱۹	مولانا ابوعمار فیاض عثمانی
حضرت امام حسنؓ اور عقیدۂ حیات عیسیٰ علیہ السلام	۲۵	مولانا عبدالحکیم نعمانی
مولانا قاضی نور محمدؒ قلعہ دیدار سنگھ	۲۷	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

اہم اعلان

عیدالفطر کی چھٹیوں کی باعث شمارہ ۱۳، ۱۴ کو یکجا کردیا گیا ہے۔
ایجنسی ہولڈرز اور قارئین کرام نوٹ فرمالیں۔ (ادارہ)

زرتعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرقی وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر
فی شمارہ: ۲۵ روپے، ششماہی: ۶۰۰ روپے، سالانہ: ۱۲۰۰ روپے

بیاد

امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

دورِ نبوت کے تاریخ وار حالات وواقعات

عہدِ نبوت کے ماہ وسال

تالیف: علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

قسط:۱۱۸ فصل:....۵ھ کے واقعات

اور کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا یہ ترانہ حمد پڑھتے:

اَللّٰھُمَّ لَوْ لَآ اَنْتَ مَا اھْتَدَیْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّیْنَا
فَاَنْزِلَنْ سَکِیْنَۃً عَلَیْنَا
وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَّاقَیْنَا
اِنَّ الْاُوْلٰی قَدْ بَغَوْا عَلَیْنَا
اِذَآ اَرَادُوْا فِتْنَۃً اَبَیْنَا

ترجمہ:.... ”اے اللہ! اگر آپ کی توفیق اور آپ کے اِنعام واِحسان ہمارے شاملِ حال نہ ہوتے تو ہمیں ہدایت نہ ملتی، نہ صدقہ کرتے، نہ نماز پڑھتے، پس ہم پر سکینت نازل فرمایئے اور مقابلہ ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھئے، ان کافروں نے ہم پر تعدی کی ہے، یہ جب بھی کسی فتنے کا قصد کرتے ہیں تو ہم اس سے انکار کردیتے ہیں۔“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری لفظ ”اَبَیْنَا“ کو خوب بلند آواز سے مکرر دُہراتے: ”اَبَیْنَا! اَبَیْنَا!“۔

۱۰:.... غزوۂ خندق کے ایام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ظاہر ہوا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کی دعوت دی، اور عرض کیا کہ: ہمارے یہاں کوئی تین چار سیر جو کا آٹا ہے، اور ایک چھوٹا سا بزغالہ (بکری کا بچہ) ذبح کیا ہے، آپ چند رُفقاء کے ہمراہ تشریف لائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی چھوٹی سی دعوت پر ایک ہزار صحابہؓ کو لے گئے، جو تین دن سے خندق کی کھدائی میں لگے ہوئے تھے اور تین دن سے کھانے کو کچھ نہیں ملا تھا۔ وہاں پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے پر دُعائے برکت فرمائی اور لعابِ دہن اس میں ملایا، اور کھلانے کا حکم فرمایا، ایک ہزار کے لشکر نے خوب شکم سیر ہوکر کھایا اور روٹی سالن پہلے سے زیادہ باقی بچ رہا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال نے خود بھی کھایا اور ہمسایوں کے یہاں ہدیہ بھی بھیجا۔ ”صحیح“ وغیرہ میں یہ واقعہ بڑی تفصیل سے مذکور ہے۔

۱۱:.... غزوۂ خندق کے ایام ہی میں یہ معجزہ بھی ہوا کہ حضرت اُمِّ عامر اسلمیہ رضی اللہ عنہا نے ایک پیالے میں کچھ حلوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام اہلِ خندق کو جمع کرلیا، جن کی تعداد تین ہزار نفر تھی، سب شکم سیر ہوئے اور حلوہ جوں کا توں باقی رہا۔

(جاری ہے)

اداریہ

حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ

بتیسویں سالانہ

ختم نبوت کورس چناب نگر کی رپورٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام سالانہ کل پاکستان تحفظ ختم نبوت کورس جامعہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر ضلع چنیوٹ کا آغاز ۱۹۹۵ء میں ہوا۔ امسال بتیسواں سالانہ تحفظ ختم نبوت کورس ۸؍فروری ۲۰۲۵ء مطابق ۹؍شعبان ۱۴۴۶ھ سے شروع ہو کر ۲۵؍فروری ۲۰۲۵ء مطابق ۲۶؍شعبان ۱۴۴۶ھ کو اختتام پذیر ہوا۔ کل اٹھارہ دن یہ کورس انعقاد پذیر رہا۔

پہلے وفاق المدارس العربیہ کے امتحانات ۲؍شعبان کے لگ بھگ اختتام پذیر ہو جاتے اور ہمیں کورس کے لئے بائیس سے پچیس دن مل جاتے۔ اس دفعہ وفاق المدارس کے امتحان ۷؍شعبان کو مکمل ہوئے تو ختم نبوت کورس کے لئے بجائے بائیس یا پچیس دن کے اٹھارہ دن ملے۔ لیکن الحمدللہ! کم وقت کے باوجود کورس کا نصاب بھی مکمل پڑھایا اور امتحانات کے بھی وقفہ وقفہ سے تین پیپر مکمل ہوئے۔

البتہ بیرون سے مہمان جو تشریف لاتے ہیں ان کی فہرست اس دفعہ مختصر کر دی گئی۔ اللہ رب العزت کے فضل واحسان سے ۸؍فروری صبح آٹھ بجے سے تعلیم کا آغاز ہوا اور ۲۵؍فروری سوا گیارہ بجے تک تعلیم جاری رہی۔ یومیہ قریباً آٹھ گھنٹے اوسطاً تعلیم ہوتی رہی اور رفقاء وشرکاء نے بھرپور مصروفیت کے ساتھ یہ وقت گزارا۔ تمام تر ساتھی شاداں وفرحاں رہے اور ہمہ وقت تعلیمی مصروفیت اور بھرپور مشغولیت تعلیم کے باعث سو فیصد مطمئن رہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے فضل واحسان سے شرکاء کو اپنا وقت بامقصد اور قیمتی بنانے کی توفیق سے سرفراز فرمایا۔

کورس کا آغاز امسال حضرت امیر مرکزیہ حافظ ناصر الدین خاکوانی صاحب کے بیان اور دعا سے ہوا۔ جب سے ہمارے کورس کا آغاز ہوا اختتامی تقریب پر تو حضرت امیر مرکزیہ کی تشریف آوری ہوتی رہی۔ کورس کا آغاز ہی حضرت امیر مرکزیہ سے ہو، یہ پہلی بار ہوا۔ جو نیک فال قرار دیا گیا۔ آپ نے پہلا سبق پڑھایا دعا فرمائی۔ یوں کورس کا آغاز ہوا۔

امسال جن اساتذہ کرام نے سبق پڑھائے ان کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا غلام رسول دین پوری، مولانا محمد راشد مدنی، مولانا عزیز الرحمن ثانی، مولانا محمد وسیم اسلم، مولانا توصیف احمد، مولانا عتیق الرحمٰن نے باقاعدہ نصاب کے اسباق پڑھائے اور تکمیل نصاب سے ممنون احسان فرمایا۔

جن حضرات کا ایک ہی سبق ہوا ان میں حضرت مولانا مفتی محمد حسن شیخ الحدیث لاہور، حضرت مولانا پیر محب اللہ لورالائی، حضرت مولانا سید احمد بنوری نائب مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی، مولانا محمد شاہد ندیم چناب نگر، مولانا محمد رضوان عزیز عارف والا، مولانا نور محمد ہزاروی،

مفتی شاہد مسعود، مولانا محمد عابد خالد سرگودھا، جناب خالد مسعود ایڈووکیٹ تلہ گنگ، جناب مفتی محمد دین ٹلوی شامل تھے۔ آخری سبق ۲۵ رفروری ۲۰۲۵ء کو صبح ساڑھے سات بجے تا ساڑھے آٹھ بجے حضرت مولانا مفتی شہاب الدین پوپلزئی مدظلہم نے پڑھایا۔

کورس کے ابتداء میں دو دن بعد نماز عشاء تو مکمل سبق ہوتا رہا۔ دو دن کے بعد بیس بیس شرکاء کرام، علماء عظام کے ستر گروپ بنا کر ان کے خطابت کورس کا بھی ساتھ ہی آغاز کر دیا گیا اور یہ جان کر قارئین کرام خوشی محسوس کریں گے کہ تمام تر تقاریر صرف موضوعات کے ہی ارد گرد رہیں۔ خارجی موضوعات کو بے دخل رکھا گیا۔ مولانا عزیز الرحمن ثانی، مولانا محمد وسیم اسلم اور مولانا توصیف احمد تقاریر و بیانات کے پورے کورس کے دوران نگرانی فرماتے رہے۔ ۲۱ تا ۲۳ رفروری کو تمام گروپس سے ایک ایک کامیاب و ممتاز نمائندہ لے کر تینوں دن ۲۳+ ۲۳ + ۲۴ کل ستر (۷۰) حضرات کا تقریری مقابلہ کرایا گیا۔ اس کی نگرانی اور نمبرات لگانے کے فرائض مولانا فقیر اللہ اختر، مولانا عتیق الرحمن، مولانا محمد وسیم اسلم، مولانا توصیف احمد نے سرانجام دیئے۔ تقریری مقابلہ عمومی کے نگران امسال بھی مولانا فقیر اللہ اختر رہے۔

تقریری مقابلہ کے پوزیشن ہولڈر طلباء کرام

نمبر شمار	رول نمبر	نام مع ولدیت	ضلع	پوزیشن
۱	۹۴۱	عبید الرحمٰن بن عبد العزیز	دیامر	اوّل
۲	۸۹۹	محمد بلال سندھی بن قادر بخش	ٹھٹھہ	دوم
۳	۱۰۳۳	محمد عمر بن محمد منظر	بٹگرام	سوم

پہلا نصابی تحریری امتحان (حیات سیدنا مسیح ابن مریم علیہما السلام) ۱۳ رفروری کو منعقد ہوا۔

دوسرا تحریری امتحان (عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت وفضیلت) ۱۹ رفروری کو منعقد ہوا۔

تیسرا تحریری امتحان (کذبات ملعون قادیان وابطال قادیانیت) ۲۴ رفروری کو منعقد ہوا۔

امسال امتحانات کے نگران اعلیٰ مولانا غلام رسول دین پوری تھے۔ نگران، مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، مولانا محمد الیاس الرحمٰن، مولانا شیر عالم، مولانا عتیق الرحمٰن، مولانا محمد وسیم اسلم، مولانا صغیر احمد، قاری محمد اصغر اور مولانا عبدالحکیم نعمانی تھے۔ معاونت قاری محمد مدنی، قاری عبید الرحمٰن، مولانا محمد وقاص، مولانا محمد ثاقب نے کی۔

امسال کل داخلہ تیرہ صد نناوے حضرات نے لیا۔ الحمدللہ! اتنی بڑی تعداد پورے ملک کے تمام کورسز میں ایک ریکارڈ تعداد تھی۔ باقی کورسز کہیں پندرہ، کہیں پچاس، کہیں دوصد، کہیں چارصد، لیکن مجلس تحفظ ختم نبوت کے اس کورس میں ایک کم چودہ صد تعداد شرکاء۔ جس نے بھی اس منظر کو دیکھا مارے خوشی کے نہال ہو گیا۔ پورے ملک میں اس پر مجلس کو بھرپور خراج تحسین پیش کیا گیا۔ پہلے امتحان میں تیرہ صد پینسٹھ حضرات۔ دوسرے اور تیسرے امتحان میں تیرہ صد انسٹھ شرکاء نے شرکت کا اعزاز حاصل کیا۔

متذکرہ حضرات مبلغین کرام ومدرسین حضرات نے تینوں پرچوں کے نمبرات لگائے۔

حضرت مولانا غلام رسول دین پوری مدظلہم، مولانا محمد شیر عالم، مولانا محمد وقاص اور مولانا محمد ثاقب نے داخلہ رجسٹر، حاضری رجسٹر اور نتائج کا ریکارڈ اور اسناد کی تیاری میں عرق ریزی سے بھرپور سعی مشکور سے ممنون کیا۔ طعام کی نگرانی پہلے دس دن مولانا محمد اسحاق ساقی نے کی

اور بقیہ آٹھ دن کی نگرانی کا فریضہ مولانا عبدالحکیم نعمانی نے انجام دیا۔

اس سال کراچی سے جامعہ معہد الخلیل کے حضرت مولانا محمد سلمان یاسین، جامعہ اشرف المدارس کے حضرت مولانا حسین احمد، پنوں عاقل سے مولانا محمد توصیف اوران کے رفقاء، لورالائی سے پیر طریقت حضرت مولانا محب اللہ، ملتان سے برادر جناب فیصل اوران کے رفقاء، سرگودھا سے مولانا نور محمد ہزاروی، پشاور سے مولانا مفتی محمد امجد اوران کے رفقاء، لاہور سے محترم محمد رضوان نفیس مع احباب، فیصل آباد سے مولانا پیر سید خبیب احمد شاہ، چنیوٹ سے مولانا سیف اللہ خالد ضلعی مسئول وفاق المدارس کی سربراہی میں جماعتی وفود اور مخلصین ومحبین نے شرکت کے اعزاز سے نوازا اور نصرت سے اس کام کے کرنے والوں کے حوصلوں کو مہمیز لگائی۔

جامعہ خیرالمدارس کے تخصص کے نگران واستاذ الحدیث مناظر اسلام مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی، ادارہ دعوت وارشاد چنیوٹ کے مولانا محمد بلال اور دیگر حضرات اہل علم نے بھی گاہے بگاہے تشریف آوری کے اعزاز سے سرفراز فرمایا۔

راولپنڈی سے مولانا محمد طارق معاویہ، کراچی سے حضرت مولانا سید ابرار زمان، کوئٹہ سے مولانا محمد اویس و مولانا عنایت اللہ، گوجرانوالہ سے مولانا محمد عارف شامی، طلباء کے اپنے علاقوں سے بسوں، ویگنوں اور کوچوں پر وفود لے کر تشریف لائے۔ ان کے داخلہ اور رہائش ملنے اور تعلیم کے شروع ہونے پر واپس تشریف لے گئے۔ کراچی اور اندرون سندھ سے دوٹرینوں پاکستان ایکسپریس اور رحمٰن بابا ایکسپریس کے ذریعہ پانچ صد کے قریب شرکاء کورس تشریف لائے۔ فیصل آباد سے ویگنوں اور گاڑیوں کے ذریعہ چناب نگر تشریف لائے۔ کوئٹہ بلوچستان سے ایک سو ساٹھ طلباء تین لگژری کوچوں پر، راولپنڈی سے تین بڑی کوچوں پر ایک سو اسی حضرات شرکاء کا وفد شریک کورس ہوا۔ خیبر پختونخواہ، کرک، مردان، لکی مروت، پشاور، چارسدہ، صوابی، مانسہرہ، ایبٹ آباد، بٹ گرام سے بھی اجتماعی طور پر وفود گاڑیوں پر تشریف لائے۔ الحمدللہ!

امسال کورس کے موقع پر مولانا محمد وسیم اسلم، مولانا عبدالحکیم نعمانی، مولانا شرافت علی نے لائبریری کے اندراجِ کتب کے عمل کو مکمل کیا۔ مولانا خالد عابد طلباء کرام ومہمانان گرامی کو رہائش کی سہولت بہم پہنچانے میں سرگرم عمل رہے۔ مولانا عتیق الرحمٰن، مولانا توصیف احمد پروف ریڈنگ اور تخریج وتحقیق کے کام کو بھی لے کر بھرپور محنت کرتے رہے۔

آخری دودن تقریب وامتحان کے موقع پر مکتبہ کے کام کی بھرپور نگرانی مولانا شیر عالم، مولانا عبدالرشید سیال اور مولانا محمد قاسم نے طلباء کرام کے ہمراہ سرانجام دی۔ امسال چودہ لاکھ روپیہ سے زائد مجلس کی کتب کی کورس کے موقع پر فروختگی کا ریکارڈ قائم کیا گیا۔ کئی کتابوں کا پورا اسٹاک فروخت ہوگیا۔

امسال چودہ صد (ایک کم) کا داخلہ لینے والے حضرات میں سے تیرہ صد انسٹھ حضرات کو فی کس ایک ہزار روپیہ کے حساب سے تیرہ لاکھ انسٹھ ہزار روپیہ کا نقد وظیفہ تقسیم کیا گیا۔ مجموعی طور پر شرکاء کے اعتبار سے رقم دیکھی جائے تو وقیع رقم کا وظیفہ تقسیم ہوا۔ لیکن کراچی، کوئٹہ، پشاور، گلگت ملک کے طول وعرض سے تشریف لانے والے حضرات کے سفر کرایہ کو سامنے رکھا جائے تو ایک ہزار روپیہ وظیفہ کی حیثیت اونٹ کے منہ میں زیرہ سے بھی کم ہے۔ وظیفہ کے تقسیم کے عمل کے نگران مولانا عزیز الرحمٰن ثانی تھے۔ وظیفہ تقسیم کرنے والے حضرات میں مولانا فقیر اللہ اختر، مولانا محمد الیاس الرحمٰن، مولانا عتیق الرحمٰن اور قاری محمد اصغر شامل تھے۔

امسال کورس کے شرکاء کو (۱) مقدمہ بہاول پور (تین جلدیں)، (۲) قادیانیت کے خلاف اعلیٰ عدالتوں کے تاریخی فیصلے (دوجلدیں)، (۳) ختم نبوت کورس، (۴) ائمہ تلبیس، (۵) سوانح سیدہ فاطمۃ الزہراؓ، (۶) قادیانیت کے خلاف فیصلہ کن مناظرے، (۷) تعاقب قادیانیت، (۸) قادیانیت ایک مطالعہ وتجزیہ، (۹) قادیانی شبہات کے جوابات، (۱۰) ایک ہفتہ شیخ الہند کے دیس میں، ان دس کتب میں سے پانچ پانچ، سات سات کتب کا سیٹ حضرات شرکاء کو پیش کیا گیا۔

اختتامی تقریب:

۲۵/فروری ۲۰۲۵ء کو صبح ساڑھے سات بجے اختتامی تقریب حضرت مولانا مفتی شہاب الدین پوپلزئی مدظلہم کے مبارک بیان اور آخری سبق سے شروع ہوئی۔

اجلاس کے مہمان خصوصی حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہم تھے۔ تقریب کے صدر مولانا صاحبزادہ خلیل احمد صاحب، تقریب کے نقیب مولانا عزیز الرحمٰن ثانی اور مولانا عتیق الرحمٰن تھے۔

(۱) مولانا عبدالبصیر حقانی پشاور، (۲) حضرت مولانا سہیل پشاور، (۳) حضرت مولانا قاری محمد صدیق توحیدی لاہور، (۴) حضرت مولانا عبداللہ عثمانی پشاور، (۵) مولانا صدیق احمد پشاور، (۶) مولانا مفتی امجد علی خلیل پشاور، (۷) مولانا تاج محمد اظہر پشاور، (۸) محترم عبدالقدیر لاہور، (۹) محمد خالد لاہور، (۱۰) مولانا محمد قمر لاہور، (۱۱) مولانا محمد مہتاب لاہور، (۱۲) مولانا محمد اقبال لاہور، (۱۳) مولانا نجم الدین امیر عالمی مجلس بٹگرام، (۱۴) مفتی نظام الدین ناظم شعبہ نشرواشاعت بٹگرام، (۱۵) مفتی شاہ خالد امیر یونین کونسل بٹگرام، (۱۶) مولانا ابوہریرہ بٹگرام، (۱۷) حافظ نعیم اللہ سرائی بٹگرام، (۱۸) محترم جناب خالد مسعود ایڈووکیٹ تلہ گنگ، (۱۹) پروفیسر عمر تلہ گنگ، (۲۰) حضرت مولانا سیف اللہ خالد جامعہ امدادیہ چنیوٹ، (۲۱) حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، (۲۲) حضرت مولانا فقیر اللہ اختر، (۲۳) جناب راحت نیازی مسلم کالونی چناب نگر، (۲۴) جناب محمد نعیم فیصل آباد، (۲۵) جناب محمد امجد فیصل آباد، (۲۶) جناب عمران پاشا فیصل آباد، (۲۷) پیر رضوان نفیس لاہور، (۲۸) جناب رانا امان اللہ چناب نگر کے ہاتھوں شرکاء کورس کو انعامی کتب دی گئیں۔

تحریری امتحان میں پوزیشن ہولڈر حضرات

نمبر شمار	رول نمبر	نام مع ولدیت	ضلع	پوزیشن
۱	۳۰۵	عنایت اللہ بن عبدالمالک	کوئٹہ	اوّل
۲	۱۰۰۳	احمد جاوید بن محمد جاوید	مظفر گڑھ	دوم
۳	۱۲۱۳	محمد واعظ بن طارق محمود	کراچی	سوم

ان حضرات کو مرکزی ناظم اعلیٰ یادگار اسلاف حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری، صاحبزادہ مولانا خلیل احمد، مولانا محمد مفتی شہاب الدین پوپلزئی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا غلام رسول دین پوری نے انعامی کتب سے سرفراز فرمایا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین!

رمضان کے بعد

حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفیؒ

رمضان شریف آیا اور چلا گیا، پھر وہی ہم ہیں پھر وہی مشاغل، پھر وہی نفس و شیطان ہیں اور پھر وہی حالات زندگی:

پھر اسی بے وفا پہ مرتے ہیں
پھر وہی زندگی ہماری ہے

رمضان شریف کے متعلق کتنی فضیلتیں سنیں، کچھ اثر بھی محسوس کرتے ہو اور کچھ ان کا حق ادا کرنے کی توفیق بھی ہوئی! کچھ نہیں محسوس ہوتا! ہم جو عبادات و طاعات میں مشغول رہے ان کا کیا اجر ملا، ہمارے ایمان و روح میں کس قدر ترقی ہوئی، اللہ تعالیٰ کی کس قدر رضا نصیب ہوئی؟ کچھ محسوس نہیں ہوتا تو دیکھئے پہلے یہاں سے شروع کیجئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ان ہزاروں احسانات و اکرامات کا شکریہ ادا کریں جن کو محسوس کرتے ہیں اور جن سے ہر وقت کا واسطہ ہے اور عادات ڈالیں ان نعمتوں کی قدر دانی کی۔ جب قدر کریں گے تو قلب اور روح میں صحیح صلاحیتیں پیدا ہوں گی، قابلیت پیدا ہوگی۔ اللہ میاں نے فرمایا کہ یہ مہینہ میرا ہے اور روزہ داروں کو صلہ میں دوں گا، ہمیں آپ کو کیا معلوم کہ کن کن عنوانات سے اور کس قدر انعامات عطا ہو رہے ہیں، ہمارے اللہ میاں ایسے ہی مربی، ایسے ہی رحیم و کریم ہیں، ان کی رحمتیں اور بے بہا نعمتیں ہمارے احساسات سے بالاتر ہیں کیونکہ یہ سب روحانی و ایمانی ہیں لیکن جو کچھ انعامات محسوسات میں سامنے ہیں ان کو ذرا مستحضر کر لیں اور شکر ادا کریں۔

اللہ میاں نے جب فرمایا کہ یہ مہینہ میرا ہے تو معلوم ہوا کہ یہیں سے شفقت کا معاملہ شروع ہوا۔ اب تمہیں پاک و صاف ہو جانے کا موقع عطا فرمایا جا رہا ہے، اس لئے کہ ناپاکی کے ساتھ نہ اللہ میاں سے تعلق ہو سکتا ہے اور نہ ان کے احسانات کا ادراک ہو سکتا ہے، تمہارے ہی نفع کے لئے اللہ میاں نے ذرا تیور بدل کر فرمایا کہ دیکھو اگر تم نے اس ماہ میں اپنے گناہ معاف نہ کروا لئے تو برباد ہو جاؤ گے، اللہ میاں کا یہ تیور کام آ گیا، بندے ڈر گئے اور لالچ میں بھی آ گئے اور عرض کرنے لگے: یا اللہ! ہماری ساری زندگی کے گناہ معاف فرما دیجئے، ہم نہ جانے کہاں کہاں ملوث رہے اور نہ جانے کتنی لغویات اور معصیتوں میں اپنے دن گندگی میں گزار لئے، ہم نے شرافت کے احساسات مٹا لئے اور اپنا احساس بندگی ہی کھو بیٹھے، لیکن اب جبکہ ندامت کا احساس ہوا تو توبہ و استغفار کی توفیق ہوئی، چونکہ ندامت اور خلوص دل سے توبہ کر لی تو اللہ میاں نے اپنے وعدے کے مطابق معاف فرما دیا۔ اب قلب صاف ہو گیا اور ہم متقی اور پرہیزگار ہو گئے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا کہ ہم تم کو دس دنوں تک مورد رحمت بنائیں گے۔ کون سی رحمت جس کو اللہ میاں چاہتے ہیں کہ تمہارے لئے ہو اور جس کی تم کو ضرورت ہے، پھر دس دنوں تک مورد مغفرت بنائیں گے اور اگر پھر بھی اندیشہ ہو تو دس دن ہم ایسے رکھیں گے کہ پروانہ نجات دے دیں گے۔ اب تو دوزخ سے چھٹی ہو گئی اور ایسے پاک و صاف ہو گئے کہ نفسِ بشریت کے جتنے فاسق مادے تھے سب دور ہو گئے، لا الٰہ الا اللہ، یہ انعامات کس کو مل رہے ہیں؟ روزہ دار مومنین کو، کون مومنین؟ جو ان کے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے، ارے وہ محبوب نبی جن کو اللہ جل شانہ نے اپنی صفات کا مظہر بنایا۔ خود بھی رؤف رحیم اور رحمۃ للعالمین اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی رؤف رحیم اور رحمت للعالمین بنایا، آپ ہی کی دل جوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی خاطر یہ سب انعامات مومنین کو عطا فرمائے، اسی محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے جو عالمِ ناز میں آ کر اپنے رب سے کہتے ہیں کہ ”میں تو راضی نہ ہوں گا جب تک میں اپنی مراد نہ پا لوں اور جب تک اپنے امتیوں کے لئے تمام مغفرت کا سامان نہ کرا لوں“ تو اللہ میاں فرماتے ہیں: اچھا ہم ایسا انعام دیں گے جو آپ کے امتیوں کے قیاس اور وہم و گمان میں بھی نہ آ سکے گا۔

جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ مہینہ میرا ہے تو اس ماہ مبارک میں ہم کو اپنا ہی بنا لینے کے لئے بہت سے ذرائع بھی عطا فرمائے اور ایسی عبادات و طاعت کی توفیق دی جس میں انہیں کی رضا جوئی پیش نظر تھی، چنانچہ روزہ داروں کی

ساری رات عبادت میں گزر جاتی ہے، افطار سے پہلے ہی ہر مسلمان دنیا کے مشاغل سے فارغ ہوکر عبادات کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے، چنانچہ روزہ افطار کے بعد نماز مغرب میں نوافل ادا کئے، اس کے بعد کھانا کھایا، پھر تراویح سے فارغ ہوتے ہوتے کافی وقت گزر گیا اور دیر سے سونے کا وقت ملا۔ اس کے بعد جب سحری کے لئے بیدار ہوئے تو اس وقت نوافل تہجد، تسبیحات اور فراغت قلب کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں دعائیں ومناجاتیں نماز فجر تک جاری رہیں، نماز فجر باجماعت ادا ہوئی، پھر دن میں بھی اشراق و چاشت کی نمازیں، کلام پاک کی تلاوت، اذکار واوراد میں مشغولیت اور اس کے علاوہ دنیوی مشاغل میں ہر وقت ذکر اللہ اور پاکیزگی کا اہتمام رہا، یہ سب باتیں تعلق مع اللہ ہی تو پیدا کرنے والی ہیں، اگر ان سب کا خلاصہ نکالئے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس ماہ مبارک میں ہم کو کتنا زیادہ کلام اللہ سننے اور پڑھنے کا موقع ملا جو ایک معنی میں اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی ہی کی سعادت ہے پھر اور دنوں کے مقابلے میں اس ماہ مبارک میں زیادہ وقت دعاؤں اور مناجاتوں کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے، ان سب باتوں کا حاصل الحمدللہ! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان سب خصوصیات کی توفیق عطا فرمائی تو قبول بھی فرمالیا اور یہی ہماری عبادت کی غایت تھی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایسے عنوانات عطا فرما کر ہم کو اپنا ہی بنالیا۔

روزہ داروں کے لئے اعلان ہورہا ہے کہ جنت سجائی جارہی ہے، مہکائی جارہی ہے، کیوں؟ ہمت افزائی کے لئے، ایمان افروزی کے لئے، اپنے تعلق خاص کے لئے، اس کے علاوہ کیا کرم چاہتے ہو؟ اللہ میاں فرماتے ہیں کہ ہمارے فرشتے جو ہمہ وقت تسبیح وتحلیل میں مصروف رہتے ہیں ان کو حکم ہوتا ہے کہ ابھی اپنی اس عبادت سے رک جاؤ اور ہمارے بندوں کے لئے جو روزہ دار ہیں دعائے مغفرت کرو اور جو دعائیں بندے مانگیں اس پر آمین کہو، ارے کتنا بڑا احسان ہے، کوئی کیا اندازہ کرسکتا ہے، اللہ میاں فرماتے ہیں کہ نادانو! تمہیں کیا معلوم ہم نے تمہیں کیا دے دیا؟ صفات ملکوتی تمہیں دیئے گئے ہیں اور فرشتوں کو روزہ رکھوا کر یعنی ان کی غذا تسبیح وتحلیل سے رکوا کر تمہارے لئے دعائیں کروائیں، اس ماہ مبارک میں اللہ میاں نے وہ دولت لازوال دے دی کہ اندازہ ہی مشکل ہے، جنتوں میں بھی وہ بات نہیں جو اس عالم امکان میں عطا فرمائی یعنی اپنا کلام پاک نازل فرمایا، یہ ایسا آخری انعام ہے کہ آج تک مخلوقات پر کبھی عطا نہ ہوا تھا جو انسان کو انسان بنادے، شرافتِ نفس پیدا کردے اور اشرف المخلوقات کے مرتبہ پر فائز کردے اور پھر اسی کلام پاک میں ایک آیت ہے جو ہر چیز پر حاوی وبھاری ہے:

"الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔" (المائدہ)

ترجمہ: "آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔"

تو اس سے بڑا انعام اور کیا ہوگا جو سراپا نور ہو اور جو اس سے تعلق رکھنے والوں کو نور علیٰ نور بنادے، ہم نے تو اپنی سمجھ کے مطابق یوں تو ایک عمل تلاوت کلام اللہ کیا مگر نقوش کی زیارت سے آنکھیں منور ہوگئیں، کانوں نے سنا تو سماعت میں نور پیدا ہوگیا، زبان سے الفاظ ادا کئے تو زبان میں نور پیدا ہوگیا، قدر کرو اور شکر ادا کرو ایک عمل میں تین انعامات ملے۔ یہ کلام اللہ، عالم کائنات میں اللہ تعالیٰ کی ابدی وسرمدی نعمت لازوال غیر مترقبہ ہے۔

تیس دن تک اللہ میاں نے مسلسل تم کو تراویح میں اپنا کلام سنوایا، اپنے جنت کے لئے وعدے تازے فرمائے، دوزخ کے عذاب سے ڈرایا اور اس سے باز رہنے کی ہدایت کی۔ اس سے بڑی بات اور کیا چاہئے کہ تیس دن تک احکم الحاکمین سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوتا رہا، دور سے نہیں بالکل قریب سے، اتنا قریب بلالیا کہ تمام عمر مجاہدے کرتے رہتے تب بھی اتنا قریب نہیں آسکتے تھے بغیر استحقاق کے روزانہ زائد بیس رکعت نماز تراویح کے ذریعہ سے چالیس مقاماتِ قرب مزید عطا فرمادیئے، ہر سجدہ مقامِ قرب ہی تو ہوتا ہے، اس طرح کہ ہر دوسرا سجدہ مقامِ اعلیٰ پر ہوتا ہے، اس طرح مقامِ قرب میں پیہم ترقی عطا فرمائی، یہ سب علامات تعلق مع اللہ ہیں۔

اس ماہ مبارک میں پھر اللہ تعالیٰ نے ایک نعمت لیلۃ القدر عطا فرمائی، کیا ہم لوگوں کے وہم وگمان میں بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میں اپنے روزہ دار بندوں کو کیا کیا انعامات عطا فرمانے والے ہیں، نہ فرشتوں کے نہ نبیوں کے کسی کے گمان میں بھی نہیں آسکتا تھا اور نہ ہی کوئی تمنا

کرسکتا تھا، یہ وہی لیلۃ القدر ہے جس میں مغرب کے وقت سے لے کر طلوع فجر تک حضرت جبریل علیہ السلام اپنے ساتھ منجانب اللہ ملائکہ رحمت کو لے کر دنیا میں سلامتی کے لئے تشریف لاتے ہیں، آج تک کسی امت کے ساتھ ایسا معاملہ ہوا ہی نہیں تھا، کتنی خصوصیت ہے ہم لوگوں کے ساتھ، لا الہ الا اللہ، تمام کائنات عالم ابتدائے آفرینش سے لے کر اب تک سب مل کر تمنا کرتے، مجاہدے کرتے تب بھی ان کے وہم و گمان میں نہ آتا کہ لیلۃ القدر میں کتنی سلامتیاں ہیں کیسی کیسی نعمتیں اور رحمتیں ہیں جو بغیر کسی خاص عبادت کے صلہ میں حاصل ہورہی ہیں محض اپنے فضل سے، محض اپنے کرم سے، محض اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہ دولت لیلۃ القدر عطا فرمائی۔

اب اتنی باتیں تو ہوگئیں، تمام انعامات دے دیئے، چاہے ہمیں احساس ہو یا نہ ہو، انعام مل گیا ہے اور اسی لئے عید کے دن اول ہی وقت نماز شکرانہ ادا کرلی، دینے والے نے کچھ دے ہی دیا، تب ہی تو ہم پر شکر واجب ہوا، اب اس کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب مسلمان نماز عید الفطر کے لئے جمع ہوتے ہیں اور خدا کی تجلیاتِ کبریائی کے لئے چھ زائد تکبیریں ادا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے متوجہ ہوکر پوچھتے ہیں کہ یہ مجمع کیا چاہتا ہے تو فرشتے عرض کریں گے کہ یا اللہ! یہ جو آپ کے انعامات لئے بیٹھے ہیں ان کا شکر ادا کرنے آئے ہیں، وہ شکرانہ نماز جو آپ نے واجب فرمائی ہے تو اللہ میاں فرمائیں گے کہ کہہ دو سب بخشے بخشائے ہیں۔ یہ صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان ہے جس پر ہمارا ایمان وایقان ہے۔

دیکھو تم کو اب ایسی شرافت، انسانیت اور شرافتِ نفس عطا ہوئی ہے کہ نفس وشیطان مضمحل ہوکر پامال ہوگئے، تم خدا کی رضا جوئی میں کامیاب ہوگئے اور تمہاری صلاحیتیں درست ہوگئیں اور اللہ کا تم پر بڑا ہی فضل ہوا، جاؤ خوشی مناؤ لیکن افسوس کہ ہم ان صلاحیتوں کی چند دنوں بعد ناقدری شروع کردیتے ہیں تو دیکھو بھئی ایسی ناقدری نہ کرو، ارادہ کرلو کہ جو صلاحیتیں عطا ہوئی ہیں ان کو قائم رکھیں گے، اپنے نفس کو، آنکھ کو، دل کو، زبان کو، اپنے ہر معاملات میں پاک رکھیں گے اور اللہ ہی کے فضل سے امید رکھیں کہ اب انشاء اللہ ہم کو اللہ کی رضا جوئی میں آسانیاں ہوجائیں گی۔

ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم اتنے بہت سے انعامات واحسانات لئے بیٹھے ہیں لیکن کچھ محسوس نہیں ہوتا یہ کیا بات ہے؟ آپ کو اور کیا محسوس ہوتا ہے؟ آپ نے کھانا کھایا، پیٹ بھرلیا کچھ خبر ہے معدہ کے اندر کیا ہورہا ہے؟ محسوس کیجئے، زور لگایئے اور بتلایئے غذا رگوں میں کس طرح تقسیم ہورہی ہے، تحلیل شدہ غذا کے اجزا اور تاثرات خون بن کر رگ وپے کو کس طرح قوت بخش رہے ہیں، کچھ نہیں محسوس ہوتا لیکن سب جزو بدن ہورہا ہے، آنکھ کو بینائی مل رہی ہے، کانوں کو ساعت مل رہی ہے، زبان کو گویائی مل رہی ہے، دماغ کو حافظ مل رہا ہے، اسی غذا کی وجہ سے تو یہ سب کچھ ہے جو پیٹ میں ہے۔ یہ سب کچھ ذرا غور کرکے محسوس کرکے بتلایئے کہ کتنی بینائی بڑھی، کتنی سماعت بڑھی، کتنی گویائی بڑھی، یہ سب کارخانہ مادی ہے جو کام کررہا ہے، بتاؤ کچھ محسوس ہوا؟ لطیف سے لطیف چیزیں اسی غذا کی بدولت پیدا ہورہی ہیں، احساسات، جذبات، تخلیات، ایثار، محبت وذہانت، شرافت، فراست سب پرورش پارہے ہیں، کچھ محسوس نہیں ہورہا ہے کہ کیسے ہورہا ہے، لیکن سب ہورہا ہے، ہاں آپ صرف یہ محسوس کریں گے کہ صحت وقوت پیدا ہوئی اور ترقی کی نشوونما کی صلاحیتیں پیدا ہوئیں۔ اسی طرح روح کی غذا اللہ کا ذکر اور اللہ کے اوامر میں اور پرہیز نواہی میں، الحمد للہ! تیس دن تک آنکھوں، کانوں، اور زبانوں کا پرہیز کرلیا، توبہ استغفار کرلیا، تقاضائے فطری اور نفسانی جو جائز بھی تھے لیکن اللہ میاں کے لئے انہیں بھی کچھ وقت کے لئے ترک کردیا تاکہ صفات ملکوتی اچھی طرح پرورش پاسکیں، روح کو غذا بھی الحمد للہ ملتی رہی، ذکر اللہ، کلام اللہ، تسبیحات، نوافل کی سعادتیں بھی نصیب رہیں تو روح نے ساری ایمانی غذا لے لی پھر لیلۃ القدر جو تجلیات لے کر آئی تھی وہ سارے تجلیات و انوار روح نے جذب کرلئے، اب غور کیجئے کہ جب مادی چیزیں محسوس نہیں ہوتیں تو جسم کی لطافت روحانیہ، ایمانیہ کیسے محسوس ہو، آثار معلوم ہوتے ہیں جیسے جسم کی صحت کے آثار معلوم ہوتے ہیں، جو کچھ آپ لوگوں کے سامنے بیان کیا گیا اس میں نہ تو تعلی ہے، نہ شاعری نہ مبالغہ، سب حقیقت ہے۔

اب دعا کیجئے یا اللہ! جو کچھ ہم نے سنا اور کہا یہ سب آپ کی عطا ہے، یا اللہ! آپ کے انعامات برحق آپ کے احسانات برحق، آپ

نے تو یااللہ! ہمیں یقیناً اپنی رحمتوں اور تعلق خصوصی سے مالا مال فرمادیا اور ہم جس کے حق دار نہ تھے آپ نے وہ بھی عطا فرمادیا، یااللہ! اس دولت عظیم کو ہم سنبھالیں کیسے؟ ہمارے نفس وشیطان دونوں ڈاکو ہیں، یااللہ! یہ تو آپ کی دی ہوئی دولت ہے، آپ ہی حفاظت فرمادیجئے، یا اللہ! ہمیں توفیق دیجئے کہ ہم ان انعامات کی قدر کریں، اور ان کا صحیح مصرف کریں اور ہمیشہ طلب مغفرت و استغفار اور آپ کی رضا جوئی کرتے رہیں، یا اللہ! آپ نے جو صلاحیتیں درست فرمادی ہیں ان کو روبکار رکھنے کی بھی توفیق عطا فرمائیے، یااللہ! اپنے بندوں میں مکرم فرمایا ہے تو اب ہم ذلیل نہ ہوں، یا اللہ! آپ نے ماہِ مبارک میں سب کچھ دیا ہے تو اور مہینوں میں بھی عطا فرماتے رہیے، تمام مخلوق پر آپ نے فضیلت دی ہے مومن ہونے کی حیثیت سے تو اے اللہ! اب ہم پر اور دنیاوی اثر کوئی غالب نہ آنے پائے، یا اللہ! آپ نے ایسی حالت پر ہم کو پہنچادیا ہے کہ اب ہم سے خوش ہی ہوجایئے اور ہم کو بھی خوش رکھئے:

"اللّٰھم زدنا ولا تنقصنا واکرمنا ولا تھنا واعطنا ولا تحرمنا واثرنا ولا توثر علینا وارضنا وارض عنا۔"

یااللہ! آپ نے جو انعامات عطا فرمائے ہیں ان کو ہماری غلطیوں سے نقصان نہ پہنچنے پائے اور اگر ہم سے غلطیاں سرزد ہوں تو آپ اپنی رحمت ومغفرت سے تلافی فرمادیجئے، ہم کو توبہ واستغفار کی توفیق عطا فرمایئے، یااللہ! ہم کو ایمان کامل اور اعمال صالحہ کے ساتھ زندہ رکھئے اور اپنے محبوب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کامل کے ساتھ زندہ رکھئے اور جب خاتمہ ہو تو انہیں چیزوں پر، آپ کی رضائے کاملہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کبریٰ حاصل ہو اور بغیر حساب کتاب یا اللہ! ہم سب جنت میں داخل ہوجائیں۔ آمین۔☆☆☆

صراطِ مستقیم کی نشاندہی

"اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ" (الفاتحہ:۵)

ترجمہ:"اے اللہ دکھا ہم کو سیدھی راہ۔"

تشریح:.... صراطِ مستقیم نام ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور بزرگانِ دین کے راستہ کا، اسی صراطِ مستقیم کا مختصر عنوان اسلام ہے اور قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاک ارشادات اسی کی تشریح کرتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے پاکر جتنے اعمال امت کو بتائے ہیں اور جس جس وقت کے لئے جو جو عمل بتایا، اپنے اپنے درجہ کے مطابق ان سب کا بجالانا ضروری ہے، اور ان میں سے کسی ایک کو بھی معمولی اور حقیر سمجھنا درست نہیں، اگر ایک ہی وقت میں کئی عمل جمع ہوجائیں تو ہمیں یہ اصول بھی بتادیا گیا ہے کہ کس کو مقدم کیا جائے گا اور کس کو موخر؟ مثلاً: ایک شخص ڈوب رہا ہے تو اس وقت اس کو بچانا پہلا فرض ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور اس کے سامنے کوئی نابینا آدمی کنویں یا کسی گڑھے میں گرنے لگے تو نماز کو توڑ کر اس کی جان بچانا فرض ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ صراطِ مستقیم مسجد تک محدود نہیں اور وہ شخص احمق ہے جو اسلام کو مسجد تک محدود سمجھتا ہے، لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ مسجد والے اعمال ایک زائد اور فالتو چیزیں ہیں، بلاشبہ اسلام صرف نماز، روزے اور حج وزکوٰۃ کا نام نہیں، لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ یہ چیزیں غیر ضروری ہیں، نہیں! بلکہ یہ اسلام کے اعلیٰ ترین شعائر اور اس کی سب سے نمایاں علامتیں ہیں، جو شخص دعوائے مسلمانی کے ساتھ نماز اور روزے کا بوجھ نہیں اٹھاتا اس کے قدم "صراطِ مستقیم" کی ابتدائی سیڑھیوں پر بھی نہیں، کجا کہ اسے صراطِ مستقیم پر قرار وثبات نصیب ہوتا۔

رہی یہ بات کہ جب ہم صراطِ مستقیم پر قائم ہیں تو پھر اس کی دعا کیوں کی جاتی ہے کہ: "دکھا ہم کو سیدھی راہ" اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں دو چیزیں الگ الگ ہیں۔ ایک ہے صراطِ مستقیم پر قائم ہوجانا اور دوسری چیز ہے صراطِ مستقیم پر قائم رہنا۔ یہ دونوں باتیں بالکل جدا جدا ہیں، بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص آج صراطِ مستقیم پر ہے لیکن خدانخواستہ کل اس کا قدم صراطِ مستقیم سے پھسل جاتا ہے اور وہ گمراہی کے گڑھے میں گرجاتا ہے۔ قرآن کریم کی تلقین کردہ دعا: "اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ" حال اور مستقبل دونوں کو جامع ہے اور مطلب یہ ہے کہ چونکہ آئندہ کا کوئی بھروسا نہیں اس لئے آئندہ کے لئے صراطِ مستقیم پر رہنے کی دعا کی جاتی ہے۔

(حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ.... معارف نبوی حصہ اول)

تعلیم و تربیت کی اہمیت

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

اسلام سے پہلے مختلف قوموں میں عورتوں کو میراث نہیں ملتی تھی، ان کا خیال تھا کہ جو لوگ دشمن سے پنجہ آزمائی کرسکتے ہیں اور قوم کی حفاظت اور مدافعت کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں، ان ہی کو میراث پانے اور خاندان کی املاک میں حصہ دار بننے کا بھی حق حاصل ہے، غرض جسمانی طاقت اور مقابلہ کی قوت کو بڑی اہمیت حاصل تھی، اسی کو قوموں کی سربلندی کا راز اور غلبہ و اقتدار کا وسیلہ تصور کیا جاتا تھا اور بڑی حد تک زمانہ کے حالات کے لحاظ سے یہ بات درست بھی تھی؛ لیکن آج حالات تبدیل ہوچکے ہیں اور اب قوموں کی تقدیر میدانِ جنگ کی للکار اور شمشیر و آہن کی جھنکار کے بجائے علم و تحقیق کے مراکز اور دانش گاہوں سے متعلق ہوگئی ہے۔

جو قوم علم و فن سے عاری اور فکر و دانش سے محروم ہو، خواہ وہ کتنی ہی بڑی تعداد رکھتی ہو؛ لیکن اس کی حیثیت مٹی کے ڈھیر کی ہے، جو ہمیشہ پاؤں تلے روندی اور قدموں کے نیچے بچھائی جاتی ہے، اس کی ایک کھلی ہوئی مثال جاپان اور خود ہمارا ملک ہندوستان ہے، ہم آبادی کے اعتبار سے دنیا کی سب سے بڑی طاقت ہیں اور ہمارے ملک کا رقبہ بھی کچھ کم نہیں، قدرتی وسائل جتنے اس ملک کو میسر ہیں، کم ہی اس کی مثال ملے گی، جاپان آبادی کے اعتبار سے بھی اور رقبہ کے اعتبار سے بھی ہم سے بہت چھوٹا ملک ہے، قدرتی وسائل میں بھی وہ ہمارا مقابلہ نہیں کرسکتا؛ لیکن آج ہم کو جاپان کے سامنے دست سوال پھیلانا اور کشکولِ گدائی بڑھانا پڑتا ہے، یہ صورت حال محض علم و دانش کی طاقت کا ادنی کرشمہ ہے!

> جو قوم علم و فن سے عاری اور فکر و دانش سے محروم ہو، خواہ وہ کتنی ہی بڑی تعداد رکھتی ہو؛ لیکن اس کی حیثیت مٹی کے ڈھیر کی ہے، جو ہمیشہ پاؤں تلے روندی اور قدموں کے نیچے بچھائی جاتی ہے

اسلام وہ مذہب ہے جس نے اپنی آمد کے اول دن سے علم پر زور دیا ہے، پیغمبر اسلام ﷺ جس سماج میں پیدا ہوئے اور نبوت سے سرفراز کئے گئے، اس میں کیا کچھ برائیاں اور کوتاہیاں نہیں تھیں؟ شرک عام تھا، سینکڑوں دیویوں اور دیوتاؤں کی پوجا ہوتی تھی، طاقت کی حکمرانی تھی، نہ جان محفوظ تھی اور نہ مال اور نہ عزت و آبرو، بے حیائی اور بے شرمی کی کوئی بات نہیں تھی جو سماج میں نہ پائی جاتی ہو، بظاہر خیال ہوتا ہے کہ ان حالات میں انسانیت کے نام اللہ تعالیٰ کا پہلا پیغام توحید خداوندی کی دعوت اور شرک و بت پرستی کی تردید کا آنا چاہئے تھا کہ اسلام کی پوری تعلیم کا لب لباب اور خلاصہ یہی خدا کی وحدانیت کا تصور ہے، یا پھر پہلی وحی ظلم و جور کی مذمت اور عدل و انصاف کی ترغیب کی بابت ہونی چاہئے تھی؛ کیوں کہ انسان سب سے زیادہ ضرورت مند ایسے سماج کا ہوتا ہے جو پُرامن ہو، ظلم و زیادتی سے محفوظ ہو اور بقاء باہم کے اُصول پر قائم ہو؛ لیکن غور فرمائیے کہ آپ ﷺ پر جو پہلی وحی نازل ہوئی اس میں صراحتاً ان باتوں کا کوئی ذکر نہیں؛ بلکہ فرمایا گیا کہ اپنے رب کے نام سے پڑھئے جو تمام کائنات کا خالق ہے، یعنی سب سے پہلے پیغمبر کے ذریعہ انسانیت کو جس بات کی دعوت دی گئی وہ ''تعلیم'' ہے؛ کیوں کہ

علم ایسا سرچشمہ ہے، جس سے تمام بھلائیاں پھوٹتی ہے اور تمام مفاسد کا مداوا ہوتا ہے، اسی لئے امام مالکؒ نے فرمایا کہ علم روشنی ہے: ’’العلم نور‘‘۔

اگر کوئی مکان اندھیرا ہو تو اس میں چور اور ڈاکو کا داخل ہونا بھی آسان ہوتا ہے اور وہ سانپ کیڑوں کی بھی آماجگاہ بن جاتا ہے، ان میں سے ہر ایک کا مقابلہ الگ الگ دشوار ہے؛ لیکن چراغ جلا دیا جائے اور مکان روشن ہوجائے، تو نہ چور اور ڈاکو کو گھر میں آنے کا حوصلہ ہوگا، نہ سانپ کیڑے اس مکان کو اپنا ٹھکانہ بنائیں گے، علم کو روشنی کہہ کر آپ ﷺ نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے، ہر برائی کو الگ الگ دور کرنا اور ان کا علا حدہ علاحدہ مقابلہ کرنا آسان نہیں ؛ لیکن تمام برائیوں اور مفاسد کا اصل سرچشمہ جہالت اور علم سے محرومی ہے، کسی سماج میں جب علم کی روشنی آجائے، تو خود بخود سماج کی برائیاں دُور ہوں گی اور علم و دانش کی آگ ان کو پھونک کر رکھ دے گی۔

رسول اللہ ﷺ کو اس کا اتنا پاس ولحاظ تھا کہ مکہ میں ہر طرح کی دشواری کے باوجود آپ ﷺ نے ’’دارِ ارقم‘‘ کو تعلیم وتربیت کا مرکز بنایا اور اول دن سے اپنے رفقاء کی تعلیم و تربیت کی طرف متوجہ رہے، مکہ کا جو لُٹا پِٹا قافلہ مدینہ آیا اس میں سینکڑوں بے گھر و در تھے، خود آپ ﷺ کو کوئی ذاتی مکان میسر نہیں تھا اور حضرت ابوایوب انصاریؓ کے گھر میں مہمان تھے؛ لیکن آپ ﷺ نے نہ اپنے لئے گھر کی فکر کی اور نہ اپنے ان ساتھیوں کے لئے، جو مستقل اقامت گاہ سے محروم تھے؛ بلکہ سب سے پہلے مسلمانوں کے لئے ایک عبادت گاہ اور دینی مرکز کی حیثیت سے ’’مسجد نبوی‘‘ کی تعمیر فرمائی اور پہلی باضابطہ درسگاہ ایک چبوترہ کی شکل میں قائم کی، جسے ’’صفہ‘‘ کہا جاتا تھا، یہی چھوٹی سی جگہ جزیرۂ عرب کے کونے کونے سے آنے والے مسلمانوں کی تعلیم وتربیت کا مرکز تھی اور خود رسول اللہ ﷺ اس کے منتظم اور استاذ تھے، حضور ﷺ کا یہ عمل ہمیں بتاتا ہے کہ مسلمان گھربار اور دوسرے اسباب آسائش سے بڑھ کر اپنے بچوں کی تعلیم پر اولین توجہ دیں کہ جو قوم اپنا گھر پھونک کر علم کا چراغ جلانا نہ جانتی ہو، سربلندی و درخشانی کبھی اس قوم کے حصہ میں نہیں آسکتی۔

اگر تاریخ کے عجوبہ اور حیرت انگیز واقعات کو جمع کیا جائے تو اس میں ایک یہ بھی ہوگا کہ غزوۂ بدر میں ستر اہل مکہ مسلمانوں کے ہاتھ گرفتار کئے گئے، اس وقت مسلمان سخت معاشی مشکلات سے گزر رہے تھے، نہ ان کو معقول غذا میسر تھی، نہ ضرورت کے مطابق لباس تھا اور نہ مناسب رہائش گاہ، اور تو اور خود آپ ﷺ کے یہاں ہفتوں چولہا سلگنے کی نوبت نہ آتی تھی، اس عہد میں شاید ہی کوئی مسلمان گھر ہو جو فاقہ مستی کی لذت سے نا آشنا رہ گیا ہو، یہ موقع تھا کہ آپ ﷺ فدیہ کے طور پر اہل مکہ سے زیادہ سے زیادہ پیسے حاصل کر لیتے اور مدینہ کی معیشت کو سہارا دیتے۔ لیکن آپ ﷺ نے ان اسیرانِ بدر کا فدیہ یہ بھی مقرر کیا کہ جو لوگ لکھنا پڑھنا جانتے ہوں، وہ دس مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھادیں، آپ ﷺ کے اس عمل میں اُمت کے لئے اُسوہ ہے کہ گو ہمیں بھوکے رہنا پڑے،

> **اسلام کسی بھی ایسے علم کا مخالف نہیں جو انسانیت کے لئے نافع ہو، نہ وہ کسی زبان کا مخالف ہے، خود رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعض رفقاء کو عربی زبان کے علاوہ بعض دوسری زبانوں کے سیکھنے کی ہدایت فرمائی اور فرمایا کہ تمام ہی زبانیں اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہیں، علم نافع کو آپ ﷺ نے بہترین عبادت قرار دیا ہے۔ (مجمع الزوائد: ۱/۱۲۰)**

ABDULLAH SATTAR DINA
& Sons Jewellers
عبد اللہ ستار ڈینا اینڈ سنز جیولرز
Gold, Silvers, Sellers & Order Suppliers
Shop: 85, Kundan Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Phone :32514972, 32531133

ہماری کروٹیں فاقوں سے بے سکون ہوں اور دنیا کے اسبابِ راحت ہمیں کم سے کم میسر ہوں ؛ لیکن ہر قیمت پر ہم اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت کو اولیت دیں اور تعلیم سے محروم کر کے ہم ان کے اور پوری قوم کے مستقبل کو ضائع نہ ہونے دیں، آپ ﷺ کے اس عمل سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ اسلام نے تعلیم میں کسی تنگ ذہنی اور تعصب کو راہ نہیں دی ہے، علم کا حصول بہر حال ایک نعمت ہے چاہے وہ غیر مسلموں سے حاصل ہو؛ بلکہ ان لوگوں سے حاصل ہو، جن سے ہماری زندگی کے وجود کو بھی خطرہ لاحق ہے، بشرطیکہ ان سے ہمارے ایمان وعقیدہ اور ہماری مذہبی قدروں کو نقصان کا اندیشہ نہ ہو۔

اسلام کسی بھی ایسے علم کا مخالف نہیں جو انسانیت کے لئے نافع ہو، نہ وہ کسی زبان کا مخالف ہے، خود رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعض رفقاء کو عربی زبان کے علاوہ بعض دوسری زبانوں کے سیکھنے کی ہدایت فرمائی اور فرمایا کہ تمام ہی زبانیں اللہ کی پیدا کی ہوئی ہیں، علم نافع کو آپ ﷺ نے بہترین عبادت قرار دیا ہے، (مجمع الزوائد: ۱/۱۲۰) اور علم کے حصول کو ہر مسلمان کا مذہبی فریضہ مقرر فرمایا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ انسان کی موت کے بعد بھی تین چیزوں کا اجر اُسے پہنچتا رہتا ہے، من جملہ ان کے ایک ایسا علم ہے، جس سے اس کے بعد بھی لوگوں کو نفع پہنچتا رہے۔

افسوس کہ جس اُمت کو سب سے پہلے پڑھنے کی تعلیم دی گئی اور اس کے ہاتھوں میں قلم تھمایا گیا، وہی ہے کہ آج جہالت وناخواندگی اور تعلیم سے محرومی اس کے لئے وجہِ امتیاز بنی ہوئی ہے اور دبی کچلی قومیں بھی اس میدان میں اسے پیچھے چھوڑ چکی ہیں، ایک ایسی قوم کے لئے جس نے سینکڑوں سال تک اس ملک کے طول وعرض پر حکومت کی ہے اور آج بھی اس ملک کا کوئی خطہ نہیں جہاں اس کی فرماں روائی اور عظمتِ رفتہ کے انمٹ اور قلب ونگاہ کو محوِ حیرت کر دینے والا نقوش موجود نہ ہوں، مگر عظمتِ رفتہ کے یہ نقوش آج ہمیں منہ چڑاتے ہیں اور زبانِ حال سے ہم پر قہقہہ زن ہیں کہ یہ کیسی قوم ہے کہ جس کے حال کو اس کے ماضی سے کوئی رشتہ نہیں؟؟

اس ذلت اور پستی سے نکلنے کے لئے اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں کہ مسلم محلوں اور آبادیوں کے گلی کوچوں میں تعلیم کی ایسی ہی تحریک چلائی جائے جیسے الیکشن میں اُمیدوار ووٹوں کی بھیک مانگتا ہے، مسلمان پوری قوم کو اپنا خاندان وکنبہ تصور کریں، وہ اپنے بچوں کی تعلیم پر بھی توجہ کریں اور اپنے پڑوسیوں کی بھی خبر گیری کریں کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ کوئی طالب علم پڑھتے پڑھتے رُک گیا ہو، معاشی ناہمواری نے اس کے بڑھتے ہوئے قدم تھام لئے ہوں، یا وہ نفسیاتی کم حوصلگی کا شکار ہو گیا ہو، ایسے بچوں کا حوصلہ بڑھائیں اور اجتماعی طور پر سماج کے ایسے بچوں کی تعلیمی کفالت قبول کریں، ایسی درسگاہیں قائم کریں، جس کا نصب العین قوم کی خدمت ہو، جو تعلیم کو تجارت اور روپیوں کا ٹکسال نہ سمجھتے ہوں؛ بلکہ پوری اُمت کو ایک خاندان سمجھ کر ان کی خدمت کے لئے میدانِ عمل میں اُترے ہوں، جن کو ہوٹلوں اور معمولی کارخانوں میں کمسن مسلمان بچوں کا برتن دھونا اور جھاڑو دینا تڑپا دیتا ہو، جن کے چہرے بشرے سے ذہانت ہویدا ہے اور جن کی آنکھیں ان کی اندرونی ذکاوت وفراست کی چغلی کھاتی ہیں۔

جب تک قوم کے سر برآوردہ لوگوں میں پوری قوم کے لئے درد اور کسک پیدا نہ ہو، مسلمانوں کی پست حالی ان کی کروٹوں کو بے سکون اور ان کی آنکھوں کو بے آرام نہ کر دے، مسلم تعلیمی ادارے مکان کی تعمیر کے بجائے انسان کی تعمیر کی طرف متوجہ نہ ہوں، جو تعلیم وتعلّم کو تجارت کے بجائے عبادت کا درجہ دینے پر آمادہ نہ ہوں اور پوری قوم میں یہ احساس نہ جاگے کہ تعلیم ہی سے ہماری تقدیر وابستہ ہے، یہ ہماری شہ رگ ہے اور اس سے محرومی کے بعد کسی قوم کے لئے باعزت طور پر زندہ رہنا ناممکن ہے، تب تک ہمارا خوابیدہ نصیب جاگ نہیں سکتا اور ہم روٹھے ہوئے ماضی کو منا کر واپس نہیں لا سکتے!! ☆☆☆

ABS ESTD 1880 سو سال سے زائد بہترین خدمت
ABDULLAH Brothers Sonara
عبداللہ برادرز سونارا
Formerly: H. Elyas Sonara
Shop: NP 2/73, Bhangnari Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph:32546455, Cell: 0301-2352363

امام الہدیٰ حضرت مولانا عبیداللہ انور رحمۃ اللہ علیہ

تیسری اور آخری قسط

پیر طریقت حضرت مولانا سیّد جاوید حسین شاہ نوراللہ مرقدہ

حضرت امام الہدیٰؒ کی سیاسی خدمات:

ہمارے حضرت میدان سیاست کے بھی عظیم شہسوار تھے اور کیوں نہ ہوتے کہ آپ نے جن حضرات سے اس سلسلے میں تربیت پائی تھی وہ میدان سیاست کی نابغۂ روزگار ہستیاں تھیں۔ میری مراد اس سے امام انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ، شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ، امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ ہیں۔

میدانِ عمل میں ہمارے حضرت نے ان تینوں کی صحبت اٹھائی اور ان سے کسب فیض فرمایا۔ اللہ کی شان۔ حضرت سندھیؒ کے سفر و حضر کے اول خادم حضرت لاہوریؒ تھے اور جب حضرت سندھیؒ جلاوطنی کی زندگی گزار کر واپس ہندوستان تشریف لائے تو حضرت لاہوریؒ نے اپنے لخت جگر حضرت امام الہدیٰؒ کو ان کی خدمت میں بھیج دیا۔ ہمارے حضرت سفر و حضر میں ان کے ساتھ رہے۔ حضرت سندھیؒ ہمارے حضرت کے دادا بھی تھے اور نانا بھی تھے۔

اسی طرح ہمارے حضرتؒ نے شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کے گھر میں سولہ سال کا عرصہ گزارا ہے۔ حضرت مدنیؒ کی جفاکشی، انگریزں کے خلاف جدوجہد و بغاوت، تحریک ریشمی رومال اور تحریک خلافت اور تقسیم ہندوستان کے اندوہناک حالات کے دوران حضرت مدنیؒ کے کردار کو بہت قریب سے دیکھنے والے تھے۔

اسی طرح تقسیم ہندوستان کے بعد آپ کے والد محترم حضرت لاہوریؒ نے اسلامی نظام کے قیام کی خاطر جو مساعی عظیمہ فرمائیں۔ آئین پاکستان اور دستور سازی سے لے کر پاکستان میں جمیعت علماء اسلام کی تاسیس اور اس کی تشکیل و ترتیب میں جو کوششیں فرمائیں ہمارے حضرتؒ تربیتی طور پر ساتھ ساتھ رہے۔

بلاشبہ ہمارے حضرت میدان سیاست میں حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی انقلابی جدوجہد، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی عزیمت و استقامت اور حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی مدبرانہ سیاست و سیادت کا مظہر اتم تھے۔

حضرت امام الہدیٰؒ کے وصال کے وقت، ہفت روزہ چٹان نے اپنے تبصرہ میں ایک جملہ لکھا تھا جو مجھے بہت پسند ہے کہ ”مولانا عبیداللہ انورؒ ان تینوں بزرگوں کا حسین امتزاج تھے۔“

شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ کے وصال کے بعد جب آپؒ نے ان کی مسند ارشاد و اصلاح سنبھالی تو آپ کے کندھوں پر ان کی سیاسی ذمہ داریوں کا بھی بوجھ آیا۔ آپ نے ارد گرد نظر ڈالی، غور کیا، مقابلہ میں انگریز تو نہ تھا، کیونکہ وہ ہمارے بڑوں کی جدوجہد کے نتیجے میں برصغیر سے فرار ہوچکا تھا، البتہ اس کے گماشتے، پروردہ، لادین، کرپٹ سیاستدان کرسئ اقتدار پر براجمان تھے، ملک میں سوشلزم، کمیونزم کا نعرہ کھلے عام لگ رہا تھا۔ حالانکہ یہ ملک اسلام اور مسلمان کے نام پر بے انتہا قربانیوں کے بعد معرض وجود میں آیا تھا۔

سب سے زیادہ خطرناک بات یہ تھی کہ انگریزوں کے چلنے جانے کے باوجود بھی ان کا تعلیمی نظام، ان کا دفتری نظام، عدالتی نظام، پوری حکومتی مشینری میں جاری و ساری تھا تو آپ نے پاکستان میں اسلامی اقدار کے فروغ اور اس کے نفاذ کے لئے وقت کی طاغوتی طاقتوں کے خلاف، مارشل لائی طاقتوں کے مقابلہ میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ انتخابی میدان میں بھی اترے۔ جمیعت علمائے اسلام کی امارت و سیادت بھی نبھائی۔ ایوب خان کے دور میں نظام اسلام کے نفاذ کے مطالبہ پر آپ پر بے انتہا مظالم ڈھائے گئے۔ پولیس کے وحشیانہ تشدد سے آپ تین دن تک بے ہوش رہے اور یہ حقیقت ہے کہ یہ اندوہناک واقعہ ہی ایوب خان کے جابرانہ دورِ حکمرانی کے زوال کا ذریعہ بنا۔ ۱۹۷۷ء کی تحریک نظامِ مصطفیٰ میں آپ کا

فیصلہ کن کردار آپ کی سیاسی زندگی کا ایک زریں باب ہے۔ آپ جب اس جہان فانی سے رخصت ہوئے تو جمعیت علمائے اسلام کے آپ متفقہ امیر تھے۔ بندہ کے خیال میں آپ کے دور میں آپ سے زیادہ سیاسی بصیرت والا کوئی سیاستداں نہیں تھا۔

ملک میں جنرل ضیاء الحق کا مارشل لاء نافذ ہو چکا تھا۔ چوہدری فضل الٰہی، بھٹو حکومت کے بنائے ہوئے صدر تھے۔ جب ان کی مدت صدارت پوری ہوئی تو جنرل صاحب نے کرسیٔ صدارت بھی سنبھال لی۔ قومی اتحاد کے صدر حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ لاہور میں حاجی غلام دستگیر صاحب کے گھر پر قیام فرماتے تھے۔ ہمارے حضرت امام الہدیٰؒ بھی موجود تھے۔ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی، معلوم ہوا کہ مفتی صاحب سے کوئی اخباری نمائندہ بات کرنا چاہتا ہے۔ فون پر اس نے مفتی صاحب سے پوچھا: کیا آپ جنرل ضیاء الحق کو بطور صدر قبول کر لیں گے؟ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا: ہاں، بھئی!! اب کسی کو تو صدر ماننا ہے، ورنہ یہ عبوری دور کیسے گزرے گا۔ مفتی صاحب ابھی پوری بات نہ کر پائے تھے کہ ہمارے حضرت امام الہدیٰؒ نے جلدی سے ٹیلی فون پر ہاتھ رکھ دیا اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔ حضرت نے مفتی صاحبؒ سے اختلاف کرتے ہوئے فرمایا یہ آپ کیا فرما رہے ہیں؟ آپ جنرل کو صدر کیوں مان رہے ہیں؟ آج کی ہاتھوں کی لگائی ہوئی گرہ کل کو دانتوں سے بھی نہیں کھل سکے گی۔ کس قدر سچی اور درست سیاسی رائے تھی۔ اس دن کی لگائی ہوئی گرہ قوم دس سال تک نہیں کھول سکی۔

حضرت مفتی صاحبؒ قومی اتحاد کے صدر تھے۔ حضرتؒ ہر موقع پر جماعتی امور اور پالیسیوں کے ضمن میں اپنی جچی تلی رائے پیش فرماتے، مگر کبھی حضرتؒ نے اپنے موقف کو دوسروں پر مسلط نہیں فرمایا اور اس بات کا تو تصور بھی نہ تھا کہ اختلاف رائے کو بنیاد بنا کر اپنا الگ دھڑا قائم کر لیا جائے۔ جب قومی اتحاد نے جنرل ضیاء الحق صاحب سے وزارتیں وصول کیں تو حضرتؒ نے ناراضگی کی حد تک اختلاف فرمایا۔ حضرتؒ کو جنرل صاحب نے اس وقت پنجاب کی گورنری بھی پیش کی، لیکن آپ نے دو ٹوک الفاظ میں فرمایا: ”ہم نے فوجی حکومت میں شامل ہو کر وزارتوں اور گورنری کے لئے جدوجہد (تحریک نظامِ مصطفیٰ چلانے کی) نہیں کی تھی۔

حضرت امام الہدیٰؒ کی بذلہ سنجی:

حضرت مولانا امین گل صاحبؒ شیخ الحدیث دارالعلوم فیصل آباد، بڑے لحیم و شحیم، بارعب، جلال و تمکنت کے حامل، ذی وقار بزرگ تھے۔ ایک مرتبہ بندہ کے ساتھ حضرتؒ سے ملاقات کرنے لاہور تشریف لے گئے۔ حضرتؒ پُرتپاک انداز میں ملے، تعارف کرایا کہ دارالعلوم فیصل آباد کے شیخ الحدیث ہیں۔ فرمایا: ”امام بخاری بھی ایسے ہی ہوں گے۔“

ایک بار حضرتؒ فیصل آباد مولانا محمد اشرف ہمدانیؒ کے جلسہ میں تشریف لائے۔ بندہ حضرت مولانا مفتی جمال احمد صاحبؒ کے ساتھ حاضر ہوا، بندہ نے تعارف کرایا: یہ دارالعلوم کے ناظم ہیں۔ مسکراتے ہوئے فرمایا: طلبا! ناظم کو ظالم سمجھتے ہیں۔ اس موقع پر حضرتؒ بندہ کی قیام گاہ پر بھی تشریف لائے۔ رات گئے تک محو گفتگو رہے۔ ذرہ نوازی فرمائی، مجھے اس موقع پر اتنی خوشی ہوئی کہ پاؤں زمین پر نہ لگتے تھے اور حضرت نے لاہور جا کر اس کا ذکر کیا کہ وہ بہت خوش ہوئے، ہماری والدہ اور اہلیہ اسی موقع پر بیعت ہوئیں۔

حضرت امام الہدیٰؒ کی وفات حسرت آیات:

آپ کی وفات حسرت آیات سے تقریباً چالیس روز قبل بندہ نے خواب دیکھا کہ آفتاب نصف النہار ہے، پھر آہستہ آہستہ مغرب میں غروب ہو گیا، یہ خواب میں نے حضرت امام الہدیٰؒ کو سنایا، تو آپ نے فرمایا: ہمارے بڑے بھائی مولانا حبیب اللہ مہاجر مکیؒ نے یہ خواب دیکھا تو حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا انتقال ہو گیا۔ دوبارہ انہوں نے حرمین شریفین میں یہی خواب دیکھا تو حضرت لاہوریؒ رحلت فرما گئے۔ آپ کا خواب بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔

۱۹۸۵ء اپریل کی ایک صبح اس جانکاہ خبر کے ساتھ طلوع ہوئی کہ سیدی وسندی، مرشدی حضرت امام الہدیٰؒ مولانا عبیداللہ انورؒ انتقال کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

جان ہی دے دی جگر نے آج کوئے یار میں
عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

دوران علالت ہسپتال میں کئی بار زیارت وملاقات کا شرف حاصل ہوا۔

حضرتؒ کی ساری زندگی سلوک وطریقت میں اعلیٰ درجے کی فیض رسانی، جس سے ہزاروں لوگوں کی اصلاح ہوئی اور وہ اللہ والے بنے، میدان سیاست میں اسلام اور مسلمانوں کے لئے

انتہائی درجے کی محنت و جانفشانی، غیر اسلامی قوانین کی بیخ کنی اور اسلامی نظام کی تشکیل وترویج کے لئے مجاہدانہ کردار عمل، سے عبارت ہے۔ مولائے پاک کا بے حد شکر ہے کہ ہمارے حضرت جی کا آستانہ آباد وشاداب ہے۔ حضرت اقدس جانشین امام الہدیٰ مولانا میاں محمد اجمل قادری دامت برکاتہم العالیہ ان تمام امور کو جو حضرتؒ کی زندگی میں جاری تھے، بطریق احسن سنبھالے ہوئے ہیں۔ مولیٰ پاک اس مرکز حقہ کو تا صبح قیامت قائم ودائم رکھے اور اس کے فیضان کو عام وتام فرمائے۔ آمین ثم آمین، یا اللہ العالمین!☆☆

حافظ عبدالخالق بنگلہ یتیم والا بہاولنگر

حافظ عبدالخالقؒ کے آباؤ اجداد جالندھر سے مہاجر ہوئے۔ آپ کی ولادت ۱۹۴۵ء میں ہفتہ کے روز ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے چک نمبر ۱۳۲ بنگلہ یتیم والا میں حاصل کی، جبکہ حفظ مدرسہ احیاء العلوم ماموکانجن فیصل آباد میں کیا۔ گردان کے لئے امام القراء حضرت قاری رحیم بخش پانی پتیؒ کی خدمت میں گئے۔ حضرت قاری صاحبؒ نے آپ کو اپنے شاگرد رشید حضرت مولانا قاری محمد ابراہیمؒ کی خدمت میں مدرسہ ام المدارس گلبرگ فیصل آباد میں بھیج دیا، چنانچہ گردان حضرت قاری محمد ابراہیمؒ سے کی۔

مدرسہ احیاء العلوم ماموکانجن کا واقعہ سنایا کرتے تھے کہ مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ مدرسہ کے جلسہ میں تشریف لائے تو مدرسہ کے بانی و مہتمم حضرت مولانا حافظ حسام الدینؒ نے حضرت جالندھریؒ کی خدمت کے لئے حافظ جیؒ کی ڈیوٹی لگائی، جب حافظ جی! مولانا جالندھریؒ کے جسم کو دبانے (مٹھی چاپی کرنے) لگے تو مولانا نے فرمایا: ”ہتھ تے کسی آرائیں دا لگدا اے“ (ہاتھ کسی آرائیں کا لگتا ہے) تو حافظ جی نے اپنا تعارف کرایا کہ بنگلہ یتیم والا فقیروالی کے چوہدری کا بیٹا ہوں۔

حافظ جی سنایا کرتے تھے کہ ادارہ کے مہتمم حافظ حسام الدینؒ نے خربوزے منگوائے جب خربوزے پیش کئے تو میٹھے تھے۔ فرمایا: خربوزے تو میٹھے ہیں۔ حافظ جی نے کہا ہم اور پیدا کر لیتے ہیں تو مولانا جالندھریؒ نے فرمایا کہ آپ اپنے آپ کو عبدالخالق رہنے دیں، خالق نہ بنیں۔ مولانا جالندھریؒ جوہر شناس تھے اور پہچان لیا کہ آرائیں ہے۔ قدرت خداوندی ملاحظہ کیجئے کہ حافظ جیؒ کا نکاح شیخ الحدیث مولانا محمد صدیقؒ کی بیٹی سے ہوا۔ جو مولانا جالندھریؒ کی نواسی ہیں۔ اللہ پاک نے آپ کو چار بیٹے اور ایک بیٹی عطا فرمائیں، آپ کے بڑے بیٹے مولانا مفتی عزیز الحسن مفکر اسلام حضرت علامہ خالد محمودؒ (پی ایچ ڈی لندن) کے امامیہ کالونی لاہور میں قائم کردہ ادارہ کے انچارج ہیں۔ ایک فرزند ارجمند مولانا شعیب الحسن سلمہ ہیں جو جامعہ اشرفیہ لاہور کے فاضل ہیں اور آپ کے قائم کردہ مدرسہ فتح العلوم رحیمیہ بنگلہ یتیم والا کی دیکھ بھال اور نگرانی کرتے ہیں۔ مدرسہ فتح العلوم رحیمیہ کا سنگ بنیاد ۱۹۷۵ء میں امام القراء حضرت قاری رحیم بخشؒ اور حضرت قاری رحیم بخشؒ کے محسن ومربی اور استاذ مولانا قاری فتح محمدؒ پانی پتی اور آپ کے سسر نسبتی حضرت الاستاذ مولانا محمد صدیقؒ شیخ الحدیث جامعہ خیر المدارس ملتان، جامعہ قاسم العلوم فقیروالی کے بانی ومہتمم حضرت مولانا فضل محمدؒ اور دیگر اکابرین نے رکھا۔

حضرت قاری رحیم بخشؒ کا اتنا قرب نصیب ہوا کہ حضرت قاری صاحبؒ ہر سال ان کے قائم کردہ ادارہ میں تشریف لا کر سرپرستی فرماتے۔ نیز حضرت قاری صاحبؒ نے چھٹیوں کے دنوں میں سفر کرنا ہوتا تو حافظ جیؒ کو رفیق سفر بناتے۔ جامع مسجد عائشہ مسلم ٹاؤن کے لاہوری مرزائیوں کے لاہوری گروپ سے واگزاری ہوئی تو خطیب بنا دیئے گئے۔ مسجد عائشہ جون ۱۹۹۰ء میں واگزار ہوئی۔ راقم نومبر ۱۹۹۰ء میں لاہور کا مبلغ بنایا گیا تو حافظ صاحبؒ کے ساتھ کافی عرصہ ختم نبوت کی خدمت کرنے کی توفیق ہوئی۔ جب حافظ صاحبؒ خطیب بنائے گئے تو اپنی ملنساری کی وجہ سے گھل مل گئے۔ ہمارے دفتر مسلم ٹاؤن لاہور سے متصل احاطہ پولیس اسٹیشن ہے۔ احاطہ کے تمام باسی انہیں اپنے پیر کا درجہ دیتے تھے۔ کافی عرصہ آپ خطیب رہے، تو اس دوران ختم نبوت کا تحریکی دور تھا۔ آئے روز کوئی نہ کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو حافظ صاحب اپنے ناخن تدبیر سے حل کرنے میں کوشاں رہتے۔ یوسف کذاب کے خلاف جب مجلس نے کیس کیا۔ عدالتی کارروائی کے دوران حافظ صاحب باقاعدگی کے ساتھ شریک ہوتے، جب کوئی جماعتی مسئلہ درپیش ہوتا حافظ جیؒ راقم کے ساتھ تشریف لے جاتے۔ مجلس کے ساتھ ساتھ ان کی دوسری جماعت تبلیغی جماعت تھی، اس میں بھی کئی چلے لگائے۔ انہیں شاعر اہلسنت جناب خان محمد کمترؒ کا ”دیوانِ کمتر“ تقریباً سارا یاد تھا۔ رمضان المبارک میں موڈ میں ہوتے تو کمتر مرحوم کی کئی ایک نعتیں، نظمیں مسجد عائشہ کا اسپیکر کھول کر پورے محلہ کو سناتے، بھرپور زندگی گزارنے کے بعد ۱۳؍جولائی ۲۰۱۹ء جان جانِ آفرین کے سپرد کی اور ان کی وصیت کے مطابق نماز جنازہ کی امامت استاذ الحفاظ والقراء حضرت مولانا قاری محمد یٰسین دامت برکاتہم مہتمم وبانی دارالقرآن فیصل آباد نے پڑھائی اور اپنے چک 132/6R بنگلہ یتیم والا فقیروالی بہاولنگر کے قبرستان میں سپردِ خاک کئے گئے۔

(مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

نصائح حضرت امیر مرکزیہ دامت برکاتہم

جامعہ خیر المدارس ملتان میں سالانہ تقریب تکمیلِ صحیح بخاری شریف ۱۵ر جنوری ۲۰۲۵ء کو منعقد ہوئی، جس میں ممتاز اکابر علمائے کرام کے بیانات ہوئے، اس موقع پر پیر طریقت حضرت حافظ ناصرالدین خاکوانی زید مجدہم (امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت) نے اپنے خطاب میں جو نصائح کیں وہ شاملِ اشاعت ہیں

مولانا ابو عمار فیاض احمد عثمانی

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ، ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ، وأشھد أن لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی علیہ وعلٰی الہ واصحابہ وبارک وسلم تسلیما کثیراً کثیراً۔ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ’’کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ، لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ۔‘‘ (آل عمران:۱۱۰)

میرے نہایت ہی محترم علمائے کرام، بزرگانِ عظام، ذی وقار سامعین اور سامعات! بڑوں کی نسبت چھوٹوں کے ساتھ چھوٹوں کو بڑا بنا دیتی ہے۔

الحمدللہ! بچپن ہی سے علما کی محبت تھی اور یہ سب والدین مرحومین کی دعاؤں کی برکت ہے کہ یہ نعمت حاصل ہوئی۔ آج یہاں بیٹھے ہوئے خود کو بہت چھوٹا محسوس کررہا ہوں (الحمدللہ)۔ اس لیے کہ مقام بہت بڑا ہے۔ بہرحال! اللہ کی رحمت اس سے بھی بڑی ہے، وہ چھوٹوں سے بھی کام لے لیتے ہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے خیر المدارس کی سالانہ ذی وقار تقریب کے موقع پر اس کے اسم کی برکت سے قرآن کریم کی آیت بھی خیر والی ہی آیت کا انتخاب کروادیا ہے۔ آیۃ الخیر کی موجودگی میں مجمع الاخیار کے سامنے حاضری ہوئی ہے۔

اس خیر والی آیت کریمہ میں جو فقیر نے تلاوت کی ہے ’’کنتم‘‘ کے ساتھ ہمیں اپنی شناخت کرنے کی طرف متوجہ فرمایا ہے۔ میں عالم تو نہیں ہوں۔ بہرحال اس آیت کا مصداق یا تو حضرات صحابہ کرامؓ ہیں کہ جن کو ’’خَیْرَ اُمَّةٍ‘‘ کہا گیا ہے۔ یا یہ جمع مذکر مخاطب کی ضمیر تمام امت مسلمہ کے لیے ہے، اب معنی یہ ہوگا تمہاری یہ امت پہلی تمام امتوں میں (جس میں یہ سب شامل ہیں) بہترین امت ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ پہلی صورت ہو، اس صورت میں یہ خطاب صحابہ کرامؓ کو ہوگا کہ ’’تم اس امت کے بہترین افراد اور طبقہ ہو‘‘ اور یہ بھی درست ہے۔ اس معنی کے لحاظ سے ہمیں یہ ترغیب ہوگی کہ تمہارے اکابر یہ (صحابہ کرامؓ) تھے، تو گویا ہمارے لیے حضرات صحابہ معیارِ حق اور معیارِ ایمان ہیں۔

اور اگر پوری امت کو خطاب ہو اور اللہ تعالیٰ کا رُوئے سخن ہم سب کی طرف ہو تو اب معنی اور مطلب یہ ہوگا کہ تم تمام امتوں میں افضل ہو۔ اس صورت میں ہمارے لیے بظاہر ایک قسم کی تنبیہ ہے کہ ’’تم تھے کیا اور تم ہو کیا!‘‘ یہ فقیر عرض کرتا ہے کہ اگر اس معنی کا خیال رکھتے ہوئے گفتگو کی جائے تو ہمیں کچھ سبق حاصل کرنے کو ملے گا۔

دیکھیں! آج زوال کے لحاظ سے، انحطاط کے لحاظ سے اور فتنوں میں مبتلا یہ امت بٹی ہوئی معلوم ہوتی ہے، زمانے کی اقوام میں بظاہر اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے، لیکن اگر دینی نکتۂ نظر سے دیکھا جائے تو کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی یہ امت الحمدللہ بہت کچھ ہے اور اس کا کچھ نہ ہونا، یہ اس کی اپنے مقام سے ناواقفیت کی بنا پر ہے لیکن الحمدللہ اب بھی بہت کچھ ہے:

ناچیز ہیں! پھر بھی ہیں بڑی چیز مگر ہم
دیتے ہیں کسی ہستی مطلق کی خبر

تو گزارش یہ ہے کہ اس جہان کی اصلاح اور خلافت حضرت آدم علیہ السلام کو عطا کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے بابا حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اترتے وقت جو پہلا سبق دیا، وہ یہی تھا: قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا کہ تم سب اُترو اور یہ سبق اُس وقت دیا، جب حضرت آدم علیہ السلام نے خطا معاف ہونے کے بعد عرض کی تھی

کہ: اے اللہ! جب آپ نے مہربانی فرمائی کہ میری بھول مجھے معاف فرمادی ہے تو ٹھکانا بھی دے دیجیے۔ تو ارشاد ہوا کہ وہ ٹھکانا اب نہیں ملے گا میں نے یہ فیصلہ پہلے ہی سے کر دیا تھا کئی ہزار سال پہلے کہ کرۂ ارض کی خلافت اور انتظامی امور کی نگرانی آدم کے سپرد کروں گا اور ٹھکانا آپ کا انجام کار تو یہی ہے، ملے گا مگر زمین سے ہو کر آؤ صرف ایک شرط کے ساتھ کہ ”میری طرف سے جو ہدایت پہنچے اس کا اتباع کرنا۔“ فرمایا: قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى کہ جب میری طرف سے کوئی ہدایت پہنچے بصورت نبی فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ یعنی میری بھیجی ہوئی ہدایت کے جو تابع ہو گیا اور اُس نے اپنی زندگی کے شب و روز کو میری اُس ہدایت کے تابع کر دیا۔ یعنی اللہ کی ہدایت آئی کہ یہ کام کرو اور میری طبیعت کی خواہش اس کے خلاف تھی تو میں اپنی اس خواہش کو دبا کر اللہ کے حکم کو اپنے اوپر جاری کرنے کی پوری کوشش کروں تو فرمایا: فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ کہ اپنی خواہش کو دبا کر اللہ کے حکم پر عمل کر لیا تو پھر مستقبل میں نہ کسی خوف کا اندیشہ ہوگا اور نہ ماضی کے کسی کام پر غم اور اگر اللہ کے حکم کے خلاف چلوں، انکار کروں، نہ مانوں، یا مان کر عمل نہ کروں، یا عمل اُس طریقے سے نہ کروں، جس طریقے سے حکم دیا گیا تھا تو پھر تمہارا میرے اِس گھر کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوگا، پھر تمہارا ٹھکانا آگ اور جہنم ہے۔ اس کو فرمایا: وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (البقرہ:۳۹) بس اسی سے خلافت کا سلسلہ چلا۔

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے انسان کا جو تعارف کروایا وہ بحیثیت ”خلیفہ“ کے کرایا۔ واذ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً (البقرہ:۳۰)

خلیفہ کس کو کہتے ہیں؟

خلیفہ یہی ہے کہ جب کوئی بڑا حکمران اپنے کسی چھوٹے تابع کو کسی دور دراز جگہ بھیجے کہ میری مرضی کے مطابق وہاں انتظام کرنا ہے، یہ تمہاری ذمہ داری ہے کہ یہ کام کر کے آجاؤ، تو اس کو خلیفہ کہتے ہیں۔ تو گویا یہ زمین ہمارا ”دائرہ کار“ ہے اور اللہ تعالیٰ جو حاکم مطلق ہیں نے ہمیں یہاں حکم دیا ہے کہ وقت کا نبی تمہیں جو ہدایات دے کر آیا ہے، اُس کے مطابق اپنے شب و روز، اپنے عقائد اور مقاصد زندگی پورے کر کے میرے پاس آؤ گے تو پھر تمہیں جنت ملے گی ورنہ نہیں ملے گی۔

یہ ایجنڈا بڑا آسان ہے خلافت کا اور نبوت کا سلسلہ شروع ہوا۔ آدم علیہ السلام نبی بھی تھے اور خلیفہ بھی تھے۔ آگے اولاد پھیلی، پھیلی، پھر نبوت اور خلافت جدا ہوتے گئے۔ حکمرانوں نے نبوت کی تابع داری کی، پھر کمزوریاں دکھائیں، خرابیاں آئیں اور یہ سلسلہ آگے چلا، ابلیس بھی موجود تھا، وہ بھی اپنا کام کرتا رہا، یہاں تک کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ آیا تو حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں خلافت اور نبوت پھر یکجا ہو گئیں، جب یہ اکٹھی ہوئیں تو اللہ تعالیٰ نے ایک اُصول کا حوالہ دیا قرآن کے اندر اور زبور کے اندر کہ انسان کے اندر جو تعمیری صلاحیت تھی، اُس میں قوت آئی۔ فرمایا: و لَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ، إِنَّ فِي هَٰذَا لَبَلَاغًا لِقَوْمٍ عَابِدِينَ (الانبیا:۱۰۵-۱۰۶) تو یہ سلسلہ چلتا رہا، تمام انبیائے کرام اپنے اپنے وقت پر آتے رہے اور ہر نبی کو جو کلمہ عطا ہوا، اس کے دو ہی جزو تھے، پہلا جزو سب کا ایک ہی تھا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ یعنی توحید کہ اللہ کی حکمرانی ہے، اللہ ہی مالک ہے، الوہیت کی مستحق وہی ایک ہی ذات ہے اور دوسرا جو جزو تھا وہ وقت کے نبی کی شریعت تھی۔ الحاصل ہر نبی کے کلمے کا پہلا جزو دین تھا اور دوسرا جزو شریعت تھی، تمام انبیائے کرام علیہم السلام کا دین ایک اور شریعت ہر ایک کی مختلف تھی۔

شریعتیں مختلف اس لیے تھیں کہ مختلف زمانوں میں، مختلف زبانوں میں، مختلف قوموں میں، مختلف حالات میں، مختلف موسمیات میں انبیائے کرام علیہم السلام تشریف لاتے رہے اور ان کو ان کی قوموں کے مزاج، احوال، شب و روز کے طریق کار، طریقۂ زندگی اور تقاضے چونکہ مختلف تھے تو دن رات گزارنے کا، اپنے نبی کے طریقے کے تابع رہ کر زندگی گزارنے کا جو طریقہ تھا۔ اسے شریعت کہتے ہیں، تو شریعتیں مختلف تھیں اور دین یعنی عقائد سب کے ایک تھے اور اُس میں تین ہی مسئلے تھے، ایک مسئلہ توحید کا تھا، یعنی لا الٰہ الا اللہ۔

دوسرا مسئلہ: نبوت کے منصب کو مان کر نبیٔ وقت کو پہچان کر اُس کی تقلید اور تابعداری میں اپنی زندگی کو نبی کی تعلیمات کے سانچے میں ڈھالنا تھا، اس شریعت کے مطابق زندگی گزار کر اللہ کے پاس پہنچ کر نجات کی توقع رکھنا۔

تیسرا مسئلہ: تیسری چیز جو دلیل نبوت

کے طور پر جو آسمانی کتاب یا صحیفہ تھا، جس میں زندگی گزارنے کا طریقہ بتایا گیا، اس پر چلنے کا اور اپنے شب و روز گزارنے کا حکم دیا گیا تھا۔ تمام انبیائے کرام علیہم السلام کا یہی طریقۂ کار رہا کہ ہر نبی آتا تو پہلے نبی کی تصدیق کرتا اور بعد والے کی بشارت دیتا، بس اسی طریقے سے زندگی گزرتی رہی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری تک یہی طریقۂ کار رہا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر ایک نئی بات بتائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کی تصدیق کی اور اپنے بعد کے بارے میں فرمایا کہ ”میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔“ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایات جو انبیائے کرام علیہم السلام کے ذریعے اُمتوں تک پہنچتی تھیں، وہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے پوری پوری پہنچا دی ہیں، اب قیامت تک وہی دستورِ حیات اور شریعت اللہ کے یہاں مقبول ہوگی، جو شریعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں۔

یہی شریعت اور طریقۂ زندگی اللہ تعالیٰ نے پسند کرلیا ہے اور اسی کا نام ”اسلام“ اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے: إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ (آل عمران:۱۹) حضور علیہ السلام نے یہ پیغام دیا اور یہی پیغام چل رہا ہے۔ اس وقت ساڑھے چودہ سو سال گزر گئے ہیں، اب ہم ذرا غور کریں کہ اس وقت ہماری پوزیشن کیا ہے؟ اقوامِ عالم میں کیا ہماری کوئی حیثیت ہے؟

میں نے عرض کیا کہ ہر نبی کے کلمے کے دو جزو تھے، پہلے جزو میں تین مسئلے تھے، لا الٰہ الا اللہ، یہ کلمۂ توحید ہے، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم النبیین حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء کی تبلیغ کا جزوِ اعظم یہی توحید تھا۔ اس جزو کو دیکھیں تو الحمدللہ! آج لا الٰہ الا اللہ کا یہ جزو توحید، جو انبیاء کا تصور تھا، آج دنیا میں جتنے بھی آسمانی مذاہب کے پیروکار موجود ہیں، اُن کو دیکھیں تو توحید کا وہ تصور نہیں رہا، شرک آ گیا ہے۔ الحمدللہ: اس گئے گزرے دور میں بھی اس امت محمدیہ کا یہ ”عقیدۂ توحید“، چاہے وہ اس اُمت کا پہلا طبقہ (حضرات صحابہؓ) کا ہو یا آج کا یہ آخری طبقہ ہو، الحمدللہ! توحید کا یہ جزو کامل ہے۔ اس امت کا ولی ہو یا کوئی فاسق و فاجر مسلمان، (توحید پر) ایمان سب کا برابر ہے۔

دوسرا جزو: تصدیق انبیاً علیہم السلام، الحمدللہ! جتنے بھی پیغمبر آئے، بنو اسماعیل میں صرف ایک ہی پیغمبر آیا ہے اور باقی سب دوسری قوموں سے آئے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء میں سے بنو اسماعیل سے صرف ایک ہی پیغمبر آئے باقی سب دوسری قوموں سے آئے ان میں سے کسی بھی امت میں توحید بھی نہیں اور تصدیق انبیاء کے معاملے میں بھی اس امت محمدیہ کے ہر ہر مسلمان فرد کے نامۂ اعمال میں (ولی ہو یا غیر ولی، فاسق ہو یا فاجر) ”تکذیب نبی“ کا جرم نہیں ہے (الحمدللہ) اور یہ بہت بڑا اعزاز ہے۔ یہود ہمارے ساتھ ہیں مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام تک اور عیسائی ہمارے ساتھ ہیں مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرکے دونوں گمراہ ہوگئے۔ مسلمان وہ واحد امت ہے جو اس گئے گزرے دور میں بھی، بدعملی کے دور میں بھی الحمدللہ! ہمارا ایمان پہلے تمام انبیائے کرام علیہم السلام پر مکمل ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام نبیوں پر ہمارا ایمان ہے اور انشاء اللہ! قیامت کے دن کوئی پیغمبر بھی اس تصدیق کے بارے اس امت کے خلاف کوئی شکایت نہیں کرے گا۔

تیسری چیز: ”علم وحی“ جو ہر نبی لے کر آئے، وہ عاصم اور معصوم ہے یعنی وحی کا علم معصوم عن الخطاء بھی ہے اور عاصم عن الخطاء بھی ہے اور وہ ”علم وحی“ بھی الحمدللہ! اس امت میں مِن وعَن محفوظ ہے۔ یہ دین تو الحمدللہ! اس امت میں مکمل محفوظ ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ دین مکمل ہے، اس میں کوئی کمی نہیں، مگر اس کے باوجود اقوامِ عالم میں ہماری کوئی حیثیت نہیں، تو اس کی وجہ کیا ہے؟ قرآن کریم کا مطالعہ کریں اور احادیث کا مطالعہ کریں تو ہمیں محسوس یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے ”قائدانہ کردار“ کا کام لینا چاہتے ہیں۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ”كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ“ تو ”امر بالمعروف اور نہی عن المنکر“ یہ تقاضا کرتے ہیں ”اقتدار“ کا اب دیکھنا یہ ہے کہ ہمارا قصور کہاں ہے؟ جبکہ ہماری شریعت بھی معصوم عن الخطاء ہے اور ہمارا عقیدہ بھی درست ہے، ہماری اپنے نبی کے ساتھ وابستگی بھی درست ہے، تو پھر ہم پیچھے کیوں ہیں؟

اب اسی بات پر غور کرنا ہے کہ اگر ہماری ”خیریت“ اور ”خیر الامم“ ہونے کی حیثیت مجروح ہورہی ہے، ہم تو تہذیب دینے والے ہیں، ہم علم صحیح دینے والے ہیں، لینے والے نہیں، اللہ تعالیٰ

ہمیں اس آیت میں یہی تنبیہ فرمارہے ہیں۔

وہ جو آیت ہے: ”وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتٰبِ“ کہ اہل کتاب بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح یہ امت ایمان لے آئی ہے، تو ”لكان خير الهم“ کہ یہ ان کے لئے بھی بہتر ہوگا، لیکن ”منهم المؤمنون واكثرهم الفسقون“ کہ ”اُن میں سے بہت کم ایمان لے آئے ہیں، اکثر فاسق اور کافر ہی ہیں“، لیکن ہم جو خود ”مقتدیٰ“ اور رہنما تھے، ہم نے تو مقتدیوں کو ”مقتدیٰ“ بنادیا اور باوجود سب کچھ ہونے کے ہم گمراہ ہوگئے اور سب کچھ کھو بیٹھے اور ہم پر ڈر اور خوف سوار ہوگیا اور ہم احساس کمتری میں مبتلا ہوگئے۔ اللہ پاک ہمیں اس پر تنبیہ فرمارہے ہیں، فرمایا: لَنْ يَضُرُّوكُمْ کہ تم ان سے ڈرومت اور وہ تمہیں ہرگز نقصان نہیں پہنچاسکتے۔ اگر وہ تمہارا اتباع کرلیں تو یہ ان کے لیے بہتر ہے۔ تم اپنی کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور اگر وہ تم سے لڑنے کے لیے آبھی جائیں تو وہ تمہیں کوئی بڑا نقصان نہیں پہنچاسکیں گے، چھوٹی موٹی تکلیفیں تمہیں آسکتی ہیں لیکن اگر تم سے جنگ کرنے پر تیار ہو جائیں تو يُوَلُّوكُمُ الْأَدْبَارَ کہ ”پیٹھ دکھا کر وہی بھاگ جائیں گئے“ شکست ان کا مقدر ہوگی، فتح اور کامیابی تمہیں ہی ملے گی۔ کتنی بڑی بشارت ہے! کاش کہ ہم اس عظیم بشارت کا اپنے مقام کا ادراک کرتے اور ادراک کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اور سنت کے مطابق زندگی بسر کرتے۔

شریعت کے بھی دو قسم کے احکام ہیں: ایک قسم کے احکام وہ ہیں جو حکومت نے کرنے ہیں، سزائیں ہیں، یہ ”حدود اللہ“ کہلاتے ہیں، یہ حدود اور سزائیں نافذ کرنا حکومتوں کا کام ہے۔ دوسرے معاملات ہیں، احکام ہیں، یہ بتلانا علماء کرام کا کام ہے۔

ہم ذاتی حیثیت سے کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی ہر ہر شخص کم ازکم یہ تو کرسکتا ہے، جیسے حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم العالیہ فرمارہے تھے اور ان کے یہ الفاظ میرے کانوں میں پڑے کہ ”راہِ سنت“ اپنائیں، سنت پر عمل کرنے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ”ہماری دنیا دین بن جائے گی“ اور اس پر کتنا ثواب ملتا ہے؟ ہمیں اس کا تصور بھی نہیں ہے۔ ایک ”متروک عمل“ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل تھا اور اب وہ لوگ چھوڑ چکے ہیں تو اُس متروک سنت عمل کو اس نیت سے کہ میں اپنے پیغمبر کے اس فعل اور سنت کو زندہ کردوں اور اس پر عمل کرلوں اور اس خوف سے کہ شاید مجھے اس پر کوئی ٹوکے، طعنہ دے یا کوئی ہلکی بات کہہ دے، مگر چونکہ یہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، میں اسے ضرور کروں گا، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسے شخص کو اس متروک عمل کے کرنے پر سو (۱۰۰) شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ (سبحان اللہ!)

یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے، بس اگر یہ احساس ہر مسلمان کے دل میں بیٹھ جائے تو پھر ہم ”خیر امت“ ہیں اور ہم کامیاب ہیں۔

الحمدللہ! ہمارے پاس علم بھی ہے، عمل بھی ہے اور ہمارا عقیدہ بھی درست ہے، صرف اپنے مقام اور منصب کو پہچان نہیں رہے۔ لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصٰرَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِينَ۔ (المائدہ:۵۱)

یہ مرعوبیت اپنے سینوں سے نکالیں اور یادرکھیں! یہ مرعوبیت کس وجہ سے ہے اللہ پاک دوسری جگہ پر اس کی شکایت فرماتے ہیں: بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ إِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ، صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ (سورۃ الاعلیٰ: ۱۶تا۱۸) اور یہ چیزیں سمجھ میں نہ آنا! اس کی وجہ علم دین سے ناواقفیت ہے۔

یہ انگریز کی دوصدی کی محنت ہے۔ غلامی کے دور میں اُنہوں نے یہی محنت کی اور انہیں تجربہ ہوگیا کہ برصغیر پاک وہند کا یہ جو مسلمان اور دیندار طبقہ ہے، ناخواندہ نہیں ہے، پڑھا لکھا ہے اور اس کا علم بھی بہت مضبوط ہے، ان کے ہوتے ہوئے ہم کامیاب نہیں ہوسکتے، تو اس طبقے کو ختم کرتا ہے۔ بس اس کے لیے ”ابلیس“ کی تدبیریں بہت سی ہوتی ہیں تو ہم نے اب اُس تدبیر سے بچنا ہے۔

یہی مدارس ہیں، ان کی محنت ہے، اللہ تعالیٰ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں! کیسی عظیم شخصیت تھی، کیسی پیاری سوچ تھی، اُنہوں نے یہی تشخیص فرما کر اور سوچ کر ایک دینی مدرسے کی بنیاد رکھی۔ انار کے ایک درخت کے نیچے بنیاد رکھی، مدرسہ ان عمارتوں کا محتاج نہیں ہے، مدرسہ کسی بھی چیز کا محتاج نہیں، پیسوں کا بھی محتاج نہیں، یہ مدرسہ نہایت غربت کی حالت میں شروع ہوا۔

آج آپ جو یہ رونقیں دیکھ رہے ہیں،

الحمدللہ! یہ انہی دینی مدارس کی برکت اور محنت ہے اور ان مدارس ہی میں ہمیں یہ سبق ملتا ہے اور ہمیں اپنی شناخت اور پہچان دی جاتی ہے۔ میرے ناقص علم میں تو قرآن مجید کی کوئی ایک آیت بھی ایسی نہیں ہے کہ جس میں ہمیں یہ حکم دیا گیا ہو کہ تم فلاں ایک کام میں یہود و نصاریٰ کا اتباع کرلو، بلکہ ہمیں ہمیشہ ان کی پیروی سے روکا ہی گیا ہے۔

(۱) لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُودَ وَ النَّصٰرٰی أَوْلِیَاءَ۔(المائدہ:۵۱)

(۲) وَ لَنْ تَرْضٰی عَنْكَ الْیَهُودُ وَلَا النَّصٰرٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ۔(البقرہ:۱۲۰)

طبیب عشق نے دیکھا تو فرمایا
ترا مرض ہے فقط آرزو کی بے نیشی

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اپنے مقام کو پہچاننے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہمیں اپنی آنکھ کھولنے کی توفیق دے دے تاکہ ہم اپنے اکابر کو پہچانیں۔ ہم اپنی تاریخ کا مطالعہ کریں ہماری تاریخ بڑی روشن ہے۔ یہود و نصاریٰ ہماری روشن تاریخ اور حضرت خالد بن ولیدؓ کی جنگی چالوں کو دیکھ دیکھ کر اپنی صفوں کو درست کر رہے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان مدارس کو آباد رکھیں جو ہمیں شعور اور آگاہی دے رہے ہیں۔ اسی طرح ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام بھی پہچانیں۔

ایک لاکھ ۲۳ ہزار، ۹۹۹ پیغمبروں کی تعلیمات کا اثر تو یہ ہے کہ آج کسی کے پاس بھی توحید محفوظ نہیں، تصدیق انبیاء مکمل طور پر نہیں اور ''علم وحی'' بھی کسی کے پاس نہیں اور الحمدللہ! یہ تینوں چیزیں ہمارے پاس مکمل اور بعینہٖ محفوظ ہیں۔

غور کرو کہ ہمارے پیغمبر کو کل کتنا وقت ملا ہے، کل تریسٹھ برس عمر ہے، پہلے چالیس برس تک کوئی پیغام اور حکم نہیں ملا، نبوت کی بنیاد صرف صداقت اور دیانت پر تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اسی حیثیت اور زندگی کو پیش کیا ہے اور ''عملی زندگی'' صرف ۲۳ برس ہے، جس میں ۱۳ برس کی زندگی تو مظلومیت کا دَور ہے۔ ماریں کھائی جارہی ہیں، دُرے پڑ رہے ہیں، تپتی ریتوں پر گھسیٹا جارہا ہے، تو تیرہ برس کی مکی زندگی اسی مظلومیت میں گزاری اور پھر مدنی زندگی کا دور صرف دس سال ہے، ان دس سالوں میں بھی اسی (۸۰) کے قریب جنگیں لڑی گئی ہیں۔

تو تبلیغ کے وقت میں ایک ہی شخص ہے جو سارا دن تبلیغ کررہا ہے اور راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر دعائیں کررہا ہے اور دیکھ رہا ہے کہ ابوبکر قرآن کیسے پڑھ رہا ہے، عمر قرآن کیسے پڑھ رہا ہے؟ ان کی راتیں کیسی گزر رہی ہیں، الغرض ۲۳ سال کے عرصے میں پیغمبر علیہ السلام کے ذمے صرف ایک ہی کام لگایا گیا کہ مخلوق کو دوزخ کی آگ سے بچا کر جنت میں لے جانا۔

اس کے نتیجے کے طور پر بھی دیکھیں کہ جس استاذ کے زیادہ شاگرد کامیاب ہوں اور وہ زیادہ نمبر لیں تو وہ استاذ زیادہ کامیاب شمار کیا جاتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن جنتیوں کی ایک سو بیس (۱۲۰) صفیں ہوں گی، چالیس صفیں تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی اُمتوں کی ہوں گی، (حالانکہ اُن کی عمریں ہزار ہزار سال بھی ہوئی ہیں) جبکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت کی اسّی (۸۰) صفیں ہوں گی۔

حضرت ناظم اعلیٰ کے کلماتِ عزیز

''اپنے تمام ساتھیوں سے درخواست گزار ہوں کہ تواضع اور تعلق مع اللہ تمام فتوحات کی چابی ہیں۔ جتنا جھکتے چلے جائیں گے قدرت حق تعالیٰ آپ کو اتنا بلند کرتی جائے گی۔ ''نہد شاخ پُرمیوہ سر برزمیں'' کا مصداق بن جائیں تو تمام دنیا آپ سے فیض یاب ہوگی، ذرہ برابر اپنے کو کچھ سمجھ لیا تو ''تکبرِ عزازیل راخوار کرد'' کا نمونہ آنکھوں میں گھوم جائے گا۔ بندہ زندگی کے اس حصے میں ہے کہ اب ساتھیوں کے کسی اچھے اور عمدہ کام کو دیکھ کر ڈھارس بندھتی ہے کہ ان شاء اللہ العزیز! آئندہ بھی خیر و برکت کا بزرگوں کا قائم کردہ مبارک سلسلہ رواں دواں رہے گا۔''

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری دامت برکاتہم، ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت۔ ۲۳/نومبر/۲۰۲۴ء (مولانا توصیف احمد، مبلغ ختم نبوت چناب نگر کی کتاب ''پچاس بیاناتِ ختم نبوت'' پر لکھی گئی تقریظ سے اقتباس)۔

اللہ تعالیٰ حضرت ناظم اعلیٰ مدظلہ کا سایۂ خیر و برکت ہمارے سروں پر عافیت وسلامتی کے ساتھ قائم رکھے اور ہمیں آپ کی صحبت وتربیت سے تادیر مستفید فرماتا رہے، آمین!

(محمد قاسم، دفتر ختم نبوت، کراچی)

میرے بھائیو! اپنے نبی کی قدر کرو، اپنی حیثیت پہچانو، دین پر عمل کرو، ہر کام میں، حتیٰ کہ پانی پینے میں اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور طریقے پر عمل کرو، میں پانی کا برتن دائیں ہاتھ سے پکڑوں اور میری اس نیت کا کسی کو پتہ بھی نہیں، پھر میں یہ پانی کھڑے ہو کر پیوں یا بیٹھ کر، پیاس تو دونوں صورتوں میں بجھ جائے گی، مگر میں کھڑے ہو کر نہیں پیتا بلکہ بیٹھ کر پیتا ہوں کہ میرے نبی کا طریقہ یہی ہے، شروع میں بسم اللہ پڑھ لوں، تین سانس میں پی لوں اور آخر میں الحمدللہ پڑھ لوں، اس لیے کہ یہ سب میرے نبی کی سنتیں ہیں۔

الغرض: پانی پیتے وقت چھے سنتیں تھیں، ہر ایک سنت پر ثواب کی نیت سے عمل کیا تو چھ سو شہیدوں کا ثواب حاصل کر لیا۔

میرے پیارے دوستو! اپنے نبی کی قدر کرو اور اپنے نبی سے محبت کرو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی ارشاد ہے: لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ ھَوَاہُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِہٖ. (اپنے نفس اور خواہشات) کو سخت لگام دینی ہے شریعت کی، یہ نفس بڑا سخت گھوڑا ہے، اس کو سخت لگام دے کر شریعت کے مطابق چلاؤ گے تو یہ بہترین سواری ہے۔

اللہ پاک مجھے بھی توفیق دیں اور آپ کو بھی اور یہ تمام کام آپ کے انہی دینی مدارس میں ہوتے ہیں، ان کے لیے دعائیں مانگو، اپنی زکوٰۃ، صدقہ اور خیرات انہی کو دو اور جو تحریکیں اور جماعتیں ان مدارس کی سرپرستی اور نگرانی میں چل رہی ہوں تو اُن کا ضرور تعاون کرو۔ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے وارث یہی علماء ہیں۔

پہلے نبی کا وارث نبی ہوا کرتا تھا، مگر ”ختم نبوت“ کی برکت سے کوئی اور نبی نہیں، بلکہ اس امت کے علماء ہی ہیں، انہی لوگوں نے ہمارے عقیدے محفوظ اور مضبوط کیے ہیں۔ پہلے ایک نبی کے بعد دوسرا نبی جب آتا تھا تو درمیان میں ”فترت“ کا زمانہ ہوتا تھا، اُس زمانہ فترت میں پہلی نبوت جاری نہیں رہتی تھی تو پھر ابلیسی قوتیں اس زمانے میں کام کرتی تھیں اور سب سے پہلا حملہ توحید کے عقیدے پر ہوتا تھا اور توحید کے عقیدے میں جو چیز دخل انداز ہوتی تھی، وہ یہی ”فوٹو گرافی“ ہوتی تھی، بت پرستی ہوتی تھی اور وہ بت پرستی اسی فوٹو گرافی سے آتی تھی۔

یاد رکھو! یہ فوٹو گرافی آج بہت بڑا فتنہ ہے، اس کا سدِّ باب کرو، میں علماء کرام سے گزارش کرتا ہوں کہ اس کو روکیں اور بند کریں۔

اور دوسرا یہ کہ ”ختم نبوت“ کی برکت سے ہم الحمدللہ! فتنوں سے بچ گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے فوراً بعد ابھی تجہیز وتکفین مکمل نہیں ہوئی تھی کہ ”خلافت صدیق اکبرؓ“ کا اعلان کر دیا گیا اور پھر یہ خلافت قائم رہی اور ”خلافتِ راشدہ“ کے دَور میں اسلام کی ترقی ہوئی اور جزیرۃ العرب سے باہر بھی پوری دنیا میں اسلام پھیلا، آج اُسی کی برکت سے یہاں بھی اسلام ہے۔

آپ ان مدارس کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط کریں، چونکہ یہی وارث ہیں اُن علوم کے اور کارناموں کے جو نبوت کے بعد عطا ہوئے، اللہ تعالیٰ مدارس کو پھلتا پھولتا رکھے، ابلیسی قوتوں کے حملوں سے ان کی حفاظت فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہمیں ان کا ساتھ دینے والا بنائے۔

وما علینا الا البلاغ المبین۔☆☆

☆☆ .... ☆☆

بالوں کو غیر فطری طریقے سے لمبا ظاہر کرنا

بعض خواتین میں یہ عادت پائی جاتی ہے کہ جب اُن کے سر کے بال جھڑنے لگتے ہیں یا کم ہو جاتے ہیں تو وہ بازار سے کسی غیر کے بالوں کا وگ لے کر اپنے بالوں میں لگا لیتی ہیں اور ظاہر کرتی ہیں کہ یہ اُن کے اپنے بال ہیں، ایسا اس لئے کیا جاتا ہے کہ خواتین میں سر کے بالوں کا گھنا ہونا اور بالوں کا لمبا ہونا معاشرے میں خوبصورتی سمجھا جاتا ہے اور بالوں کا کم ہونا یا چٹیا وغیرہ کا بہت پتلا اور چھوٹا ہونا بدصورتی سمجھا جاتا ہے۔ ہمارے زمانے کے اکثر بیوٹی پارلروں میں یہ کام کیا جاتا ہے۔ اس عمل میں لعنت کی وجہ ایک تو دھوکا دینا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اکثر ایسا کرنے والی خواتین اپنے بالوں کی نمائش کرتی ہیں اور ایسی نمائش پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے لعنت وارد ہوئی ہے۔ یہ لعنت اس صورت میں ہے جبکہ عورت اپنے بالوں میں کسی دوسرے انسان کے بال استعمال کرے، اگر وہ انسانی بال نہ ہوں بلکہ جانور کے بال ہوں یا اُون ہو یا مصنوعی بال ہوں یا خاص قسم کا دھاگا ہو، جیسے آج کل بازار سے مصنوعی بالوں کے وگ ملتے ہیں، ان کا استعمال جائز ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ ان کے استعمال سے کسی کو دھوکا دینے کی نیت نہ ہو، محض اپنے گنجے پن کا عیب چھپانا پیشِ نظر ہو.......۔ (حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی مدظلہ)

حضرت امام حسنؓ اور عقیدۂ حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام

مولانا عبدالحکیم نعمانی

کیا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ وفات مسیح کے قائل تھے یا حیات عیسیٰ علیہ السلام کے؟ آئیں حقائق سے پردہ اٹھائیں جو قادیانی لوگوں سے چھپاتے ہیں۔ قادیانی پاکٹ بک کے مصنف نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی طرف ایک منسوب قول پیش کیا اور ثابت کرنے کی کوشش کی کہ وہ وفات مسیح کے قائل تھے، آئیں وہ روایت دیکھیں کیا ہے:

”قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنِ الْأَجْلَحِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ هُبَيْرَةَ بْنِ يَرِيمَ قَالَ: لَمَّا تُوُفِّيَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ قَامَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ. قَدْ قُبِضَ اللَّيْلَةَ رَجُلٌ لَمْ يَسْبِقْهُ الْأَوَّلُونَ وَلَا يُدْرِكُهُ الْآخِرُونَ. قَدْ كَانَ رَسُولُ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يَبْعَثُهُ الْمَبْعَثَ فَيَكْتَنِفُهُ جِبْرِيلُ عَنْ يَمِينِهِ وَمِيكَائِيلُ عَنْ شِمَالِهِ فَلَا يَنْثَنِي حَتَّى يَفْتَحَ اللهُ لَهُ. وَمَا تَرَكَ إِلَّا سَبْعَمِائَةِ دِرْهَمٍ أَرَادَ أَنْ يَشْتَرِيَ بِهَا خَادِمًا. وَلَقَدْ قُبِضَ فِي اللَّيْلَةِ الَّتِي عُرِجَ فِيهَا بِرُوحِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ لَيْلَةَ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ مِنْ رَمَضَانَ۔“

(الطبقات الکبریٰ، جلد3، صفحہ28)

اس روایت سے مرزائی استدلال لیتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا جس میں انہوں نے یہ فرمایا کہ: ”حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات اس رات ہوئی جس رات حضرت عیسیٰ ابن مریم کی روح آسمان کی طرف اٹھائی گئی یعنی 27 رمضان کی رات“ اور یہ روایت اوپر سند کے ساتھ آپ کے سامنے ہے۔تو دوستو! اس روایت کی سند میں ایک راوی ہے: ”الْأَجْلَحِ“ اور اس کے باپ کا نام ”عبداللہ“ ہے اور اسی کتاب ”طبقات الکبریٰ“ اس راوی کے بارے لکھا ہوا ہے کہ ”وکان ضعیفا جدا“ یہ بہت زیادہ ضعیف ہے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد6 صفحہ 337)

تو دوستو جب خود اس کتاب کے مصنف نے اس روایت کے راوی کو بہت زیادہ ضعیف لکھا دیا تو پھر اس روایت کا کوئی اعتبار نہیں۔ قارئین محترم آئیں اسی کتاب سے میں آپ کے سامنے ایک روایت پیش کرتا ہوں ذرا وہ دیکھیں وہ کیا کہتی ہے:

”قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ بَيْنَ مُوسَى بْنِ عِمْرَانَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ أَلْفُ سَنَةٍ وَتِسْعُمِائَةِ سَنَةٍ

حاجی عبدالغفور (المعروف میاں جیؒ)

حاجی عبدالغفور المعروف میاں جیؒ سہارنپور سے مہاجر تھے۔ قیام پاکستان کے بعد گوجرانوالہ میں قیام پذیر ہوئے۔ تقسیم ملک سے پہلے مجلس احرار اسلام کے ورکر کی حیثیت سے استخلاص وطن اور تحریک ختم نبوت کے رضا کار کی حیثیت سے مصروف جہد رہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد مجلس تحفظ ختم نبوت کی تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

جامع مسجد رحمانیہ میں ہمیشہ آپ نے اپنے کو خادم کی حیثیت دی۔ اذان و اقامت اور مسجد کی صفائی، ستھرائی اپنے ذمہ لے رکھی تھی۔ ۲۰۰۰ء میں حج پر گئے۔ عمرہ کیا مدینہ طیبہ کی طرف رواں تھے کہ مدینہ طیبہ سے چند کلومیٹر پہلے روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔ امام جود و سخا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قدموں کی طرف تھوڑے سا فاصلہ پر تدفین ہوئی۔ ان کے فرزند ارجمند حاجی محمد امین کے گھر میں حاضری ہوئی۔ ۲۰ رفروری کو مغرب کے بعد ان کے بیٹوں، پوتوں اور نواسوں سے ملاقات ہوئی اور ان کی مغفرت کی دعا کی گئی۔ (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

وَلَمْ تَكُنْ بَيْنَهُمَا فَتْرَةٌ. وَأَنَّهُ أُرْسِلَ بَيْنَهُمَا أَلْفُ نَبِيٍّ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ سِوَى مَنْ أُرْسِلَ مِنْ غَيْرِهِمْ. وَكَانَ بَيْنَ مِيلَادِ عِيسَى وَالنَّبِيِّ. عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ. خَمْسُمِائَةِ سَنَةٍ وَتِسْعٌ وَسِتُّونَ ـــ وَإِنَّ عِيسَى - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - حِينَ رُفِعَ كَانَ ابْنَ اثْنَتَيْنِ وَثَلَاثِينَ سَنَةً وَسِتَّةِ أَشْهُرٍ. وَكَانَتْ نُبُوَّتُهُ ثَلَاثِينَ شَهْرًا. وَإِنَّ اللّٰهَ رَفَعَهُ بِجَسَدِهِ. وَإِنَّهُ حَيٌّ الْآنَ. وَسَيَرْجِعُ إِلَى الدُّنْيَا فَيَكُونُ فِيهَا مَلِكًا. ثُمَّ يَمُوتُ كَمَا يَمُوتُ النَّاسُ۔"

(الطبقات الکبریٰ جلد 1 صفحہ 45)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان 1900 سال کا فاصلہ تھا، ان دونوں کے درمیان صرف بنی اسرائیل میں سے ایک ہزار نبی بھیجے گئے تھے یہ ان کے علاوہ ہیں جو بنی اسرائیل کے باہر سے بھیجے گئے تھے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان 569 سال کا فاصلہ تھا۔ اس روایت میں آگے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: "عیسیٰ علیہ السلام کا جب رفع ہوا تو ان کی عمر بتیس سال اور چھ مہینے تھی، اور بے شک اللہ نے انہیں جسم سمیت اٹھالیا بے شک وہ ابھی زندہ ہیں اور دنیا میں لوٹ کر آئیں گے، اور پھر وہ دنیا میں بادشاہ بنیں گے پھر ان کی موت ہوگی۔"

معلوم نہیں مرزائی مربیوں کو اس کتاب میں یہ روایت کیوں نہ نظر آئی؟ انہیں صرف ایک "بہت زیادہ ضعیف" راوی کی روایت ہی کیوں نظر آئی؟ خیر ہم حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بات کر رہے تھے کہ وہ کس بات کے قائل تھے تو مرزائی مربیوں کی طرف سے پیش کی جانے والی روایت تو بہت زیادہ ضعیف راوی کی نکلی، لہٰذا وہ اب وفات مسیح کے قائل نہیں۔ بلکہ آئیں میں دکھاتا ہوں کہ وہ حیات کے قائل تھے۔ صحیح روایت سے ملاحظہ فرمائیں:

"حَدَّثَنَا الْأُسْتَاذُ أَبُو الْوَلِيدِ الْهَيْثَمُ بْنُ خَلَفٍ الدُّورِيُّ، ثنا سَوَّارُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْعَنْبَرِيُّ، ثنا الْمُعْتَمِرُ قَالَ: قَالَ أَبِي: حَدَّثَنَا الْحُرَيْثُ بْنُ مَخْشِيٍّ، أَنَّ عَلِيًّا قُتِلَ صَبِيحَةَ إِحْدَى وَعِشْرِينَ مِنْ رَمَضَانَ، قَالَ: فَسَمِعْتُ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ يَقُولُ، وَهُوَ يَخْطُبُ وَذَكَرَ مَنَاقِبَ عَلِيٍّ، فَقَالَ: «قُتِلَ لَيْلَةَ أُنْزِلَ الْقُرْآنُ، وَلَيْلَةَ أُسْرِيَ بِعِيسَى، وَلَيْلَةَ قُبِضَ مُوسَى» ، قَالَ: وَصَلَّى عَلَيْهِ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ» هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ» (المستدرک علی الصحیحین للحاکم جلد 3 صفحہ 154 روایت نمبر 4688)

حریث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے حسن رضی اللہ عنہ سے سنا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس رات قتل کئے گئے جس رات قرآن اترا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سیر کرائے گئے اور موسیٰ علیہ السلام قبض کئے گئے۔

حضرات! غور فرمائیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جو شہید ہوگئے تھے ان کے لئے قتل کا لفظ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو وفات پاگئے ہوئے تھے قبض کا استعمال ہوا مگر مسیح علیہ السلام چونکہ زندہ جسم اٹھائے گئے تھے اس لیے ان کے حق میں اُسریٰ فرمایا گیا ہے: "اسری به اذا قطعه بالسير" جب کوئی شخص چل کر مسافت طے کرے، اس کو سرایت بولتے ہیں۔ خود قرآنِ پاک میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مع مومنین کے راتوں رات مصر سے نکلے، یہ خروج بحکم خدا تھا: "فَأَسْرِ بِعِبَادِي لَيْلًا إِنَّكُمْ مُتَّبَعُونَ۔" (سورہ دخان 23)

"لے چل میرے بندوں کو راتوں رات تحقیق تمہارا تعاقب کیا جائے گا۔"

اسی طرح جب حضرت لوط علیہ السلام کے متعلق وارد ہے کہ: "أَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِنَ اللَّيْلِ۔" (سورہ الحجر 65)

"لے نکل اپنے اہل کو ایک حصہ رات میں۔"

حاصل یہ کہ اگر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا خطبہ امر واقع ہے تو یقیناً اس کا یہی مطلب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مع جسم اٹھائے گئے اور یہی حق ہے جو قرآن و حدیث کے مطابق ہے۔ ☆☆☆

واہ کیا جلوہ ہے؟....... (اکبر الٰہ آبادیؒ)

کفر کی رغبت بھی ہے دل میں بتوں کی چاہ بھی
کہتے جاتے ہیں مگر منہ سے معاذاللہ بھی

اب تو نقدی سے کوئی صاحب مرا دل خوش کریں
سن چکا ہوں مرحبا بھی، آفریں بھی، واہ بھی

واہ کیا جلوہ ہے پیشِ چشم ادراکِ بشر
شبہ بھی، ہاں بھی، نہیں بھی، وہم بھی، اللہ بھی

مولانا قاضی نور محمد رحمۃ اللہ علیہ قلعہ دیدار سنگھ

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا قاضی نور محمدؒ، مولانا غلام اللہ خانؒ اور دیگر علماء کرام نے مل کر جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کے نام سے جماعت بنائی۔ جس کے پہلے صدر مولانا قاضی نور محمدؒ تھے۔ موصوف جنڈ اٹک کے رہنے والے اعوان فیملی سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۹۲۳ء میں جنڈ کے ایک علاقہ ''بڑی'' میں پیدا ہوئے۔ جامع مسجد شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ کے خطیب مولانا عبدالعزیزؒ سے تعلیم حاصل کی۔

قلعہ دیدار سنگھ کے چوہدری محمد عبداللہ جنجوعہ نے حضرت مولانا عبدالعزیزؒ سے درخواست کی کہ انہیں قلعہ کے لئے امام وخطیب کی ضرورت ہے۔ تو موصوف ۱۹۳۰ء میں امام و خطیب کی حیثیت سے قلعہ میں تشریف لائے۔ چھوٹی سی مسجد میں توحید وسنت کی نشرواشاعت میں مصروف ہوگئے۔ دھیرے دھیرے اہلسنت والجماعت کے عقائد پر گفتگو شروع کی۔ ان کی مساعیٔ جمیلہ سے توحید وسنت کا نور جگمگانے لگا، آج قلعہ میں اہل حق کی درجنوں مساجد ہیں۔

جمعیت اشاعت التوحید کے مقاصد میں توحید وسنت کا پرچار تھا، لیکن سید عنایت شاہ بخاری نے ابتداء میں سماع موتیٰ کا انکار کیا، پھر آگے چل کر انہوں نے حیات النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جیسے اجماعی عقیدہ کا انکار شروع کردیا۔ ۱۹۶۱ء میں جامعہ خیرالمدارس ملتان کے جلسہ میں اسٹیج پر ادھر ادھر دیکھ کر عقیدۂ حیات النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا صراحتاً انکار کردیا۔ جب بانی جامعہ کو اطلاع ہوئی تو جامعہ خیرالمدارس کے بانی حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ نے اگلی نشست میں عنایت اللہ شاہ کی گفتگو کی تردید کردی۔ اگلے دن جامعہ ہی میں علماء کرام کا اجلاس ہوا۔ اس میں سید عنایت اللہ شاہ کی گفتگو پر غوروفکر کیا گیا، یہاں سے اس قضیہ کا آغاز ہوا۔

بات مناظروں، مجادلوں اور جھگڑوں تک جا پہنچی۔ مولانا غلام اللہ خان اور سید عنایت اللہ شاہ نے مولانا ظفر احمد تھانویؒ اور مولانا احتشام الحق تھانویؒ کو خط کے ذریعہ صورت احوال سے آگاہ کیا اور درخواست کی کہ آپ ثالث کی صورت میں فریقین کو بٹھلا کر کوئی درمیانی صورت نکالیں۔ چنانچہ ثالث حضرات نے فریقین کو لکھا کہ آپ اپنا موقف تحریری طور پر ارسال کریں تاکہ گفتگو میں ممد ومعاون ہوسکے۔ علماء دیوبند کی نمائندگی کرتے ہوئے حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا لال حسین اخترؒ نے اپنا موقف مدلل ومبرہن بھیج دیا، جبکہ دوسرے فریق نے آئیں بائیں شائیں کرکے ٹرخا دیا۔ (تفصیلات راقم کی مرتب شدہ ''مولانا محمد علی جالندھریؒ سوانح وافکار'' میں دیکھی جاسکتی ہیں)۔

انہیں دنوں حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند پاکستان تشریف لائے۔ حضرت قاری صاحبؒ نے اپنے حکیمانہ انداز میں فریقین کے عمائدین کو ایک تحریر پر دستخط کرنے کے لئے آمادہ کرلیا۔ چنانچہ اس تحریر پر اشاعت التوحید کے صدر حضرت مولانا قاضی نور محمد، ناظم اعلیٰ مولانا غلام اللہ خان نے دستخط کردیئے۔ دوسری طرف سے مولانا محمد علی جالندھریؒ اور مولانا لال حسین اخترؒ نے بھی دستخط ثبت کئے اور یہ تحریر ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی اگست ۱۹۶۲ء سے بعینہٖ نقل کی جارہی ہے:

''وفات کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسد اطہر کو برزخ قبر شریف میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضۂ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام آپ سنتے ہیں۔''

اس تحریر میں برزخ سے قبر شریف کا مراد ہونا اور روح مبارک کے تعلق سے دنیا والے جسد اطہر میں حیات کا حصول پھر اس حیات کی وجہ سے روضۂ اطہر کے پاس سے درود وسلام کو سننے کو واضح طور پر تسلیم کیا گیا۔

غرضیکہ حضرت مولانا قاضی نور محمد صدر اور مولانا غلام اللہ خان نے دستخط فرمادیئے اور نزاع کو ختم کرنے کی کوشش میں ممد ومعاون ثابت ہوئے، لیکن سید عنایت اللہ شاہ نے انکار کردیا۔ اسی دوران مولانا قاضی نور محمد کا ۱۹۶۲ء میں انتقال ہوا۔ مولانا قاری محمد طیبؒ نے جنازہ پڑھایا۔ مذکورہ بالا مسجد میں راقم کا بیان ہوا، مولانا قاضی نور محمدؒ کی قائم کردہ ہے، ان کی رحلت کے بعد ان کے فرزند ارجمند مولانا قاضی عصمت اللہ جانشین مقرر ہوئے۔☆☆

اعلان داخلہ

1446ھ | 2025ء

ملک کی عظیم دینی درسگاہ

جامعہ عربیہ ختم نبوت

مسلم کالونی، چناب نگر، چنیوٹ

درس نظامی

اعدادیہ تا دورہ حدیث

- سیرت وعقیدہ ختم نبوت کی خصوصی تعلیم
- اکابر علماء دیوبند کے سوانح کی تعلیم
- اردو، عربی کمپوزنگ کی ٹریننگ
- ڈیجیٹل لائبریریز کا استعمال
- خطابت کی عملی مشق
- عصری تعلیم (میٹرک، ایف اے اور بی اے) کا حسین امتزاج
- ماہر و تجربہ کار اساتذہ کرام کے زیر نگرانی
- طلباء کی دینی تربیت وتہذیب اخلاق پر خصوصی توجہ
- عقائد اہل سنت والجماعت کی تعلیم اور ان کے رسوخ کے لیے خصوصی کاوش

تحفیظ القرآن

حفظ و ناظرہ

- ماہر قراء کرام
- تجوید و ترتیل پر توجہ
- منزل میں پختگی پیدا کرنے کے لیے ماہانہ جائزہ کی ترتیب
- بنیادی عقائد واعمال کی تعلیم
- یومیہ سبق و منزل کی چیکنگ
- پرائمری سکول کی لازمی تعلیم

سہولیات

- کھانے پینے اور رہائش کی مفت سہولت
- صاف ستھرا اور کشادہ ماحول
- جدید سسٹم سے آراستہ وسیع لائبریری
- مفت کپڑوں کی فراہمی
- مفت علاج معالجے کی سہولت
- مفت درسی کتب کی فراہمی
- معقول ماہانہ وظیفہ

تاریخ داخلہ

5 شوال المکرم سے شروع ہوگا

آغاز تعلیم

15 شوال المکرم سے باقاعدہ

زیر اہتمام

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

ملتان پاکستان

رابطہ: دفتر انتظامیہ جامعہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر (چنیوٹ)

0300-4304277
0300-6733670
0302-7864929

ڈیزائن کردہ: احتشام الحسن 0331-8468887